میثم قادری

منزل

اُنھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

حِصّہ سوم

حکیم مُحمّد حُسین بدر چشتی (علیگ) رحمۃُ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــ منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

حصہ ــــــ سوم

مصنف ــــــ حکیم محمد حسین بدر چشتی (علیگ)

ناشر ــــــ خانقاہ چشتیہ رضویہ ڈیرہ نواب صاحب

چھاپہ خانہ ــــــ لیاقت آصف پرنٹرز، لاہور

کتابت ــــــ ابنِ چوہان

قیمت ــــــ بیس روپے

تعداد ــــــ ایک ہزار

سنِ اشاعت ــــــ جولائی ۱۹۸۷ء

فہرست

دیباچہ ۵

شرط ہے جذبوں کا صادق ہونا ۱۴

پیش گفتار ۱۶

مفتیانِ فتویٔ جہاد ۱۸۵۷ء ۲۳

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں پھانسی والے ۲۴

مجلس تلقین جہاد ۱۸۵۷ء ۲۵

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ۳۲

پھانسیاں ۱۸۵۷ء ۳۹

۱۸۵۷ء کے شہداء کی یادداشتیں ۴۱

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ ۴۸

مولوی داؤد غزنوی بھی گاندھی نواز تھے ۴۸

فہرست ممبران مسلم لیگ مرکزی اسمبلی انڈیا ۵۰

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ۵۴

تکمیل پاکستان کی منزل بہ منزل داستان ۵۴

افاداتِ اشرفیہ کا دوسرا رُخ ۶۰

متحدہ قومیت کے بارے میں مہاتما گاندھی لکھتے ہیں ۶۲

ڈاکٹر اسرار کی پر اسرار باتیں	۶۹
سراب آسا تفسیر	۷۲
نظم جماعت اور بیعت کی بنیاد	۷۴
نظم جماعت کے قیام کی کوشش	۷۷
مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی رائے	۷۸
ایک تاریخی تحریر	۸۰
پاکستان کا عدم استحکام اور ڈاکٹر اسرار احمد	۸۴
بھارت کا استحکام اور پاکستان کا عدم استحکام۔	۸۷
مولانا ابوالکلام اور سوشلزم	۹۵
مولانا ابوالکلام کی شراب نوشی	۹۹
ڈائریکٹر جنرل اکیڈمی آف ہائیر ایجوکیشن۔ اسلام آباد کے نام خط	۱۰۴
بھارت کا وفادار کانگرسی ٹولہ	۱۱۳
منکرین پاکستان کی آراء۔	۱۱۹
حیات مؤلف ۔ از حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی	۱۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دیباچہ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب کسی قوم کی سیاسی ظلمت کا چراغ گل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے قومی تشخص اور ملی نکر و نظر کی موت کا اعلان کر کے غلط قیادت کا شکار ہو جاتی ہیں لیکن اسلام نے مسلمان قوم کو ایسا فکری نظریہ دیا ہے جو الہامی ہے اور کبھی فنا نہیں ہو سکتا کچھ عرصہ اغیار کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم سے پھر سنبھل جاتے ہیں کوئی نہ کوئی مرد حق پیدا کر دیتا ہے جس کی آواز ملت اسلامیہ کے سرگرداں اور پریشاں کاروانوں میں بانگ درا بن کر گونجتی ہے اور یہ بھٹکے ہوئے راہی پھر ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں۔ آسمان نے ایسا کبھی سماں نہ دیکھا ہو گا جب ایک دبلے پتلے آدمی نے دس کروڑ اسلامیان برصغیر کو اندوہناک سانحے سے بچانے کے لیے پکارا اور دس کروڑ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے اسکی آواز پر لبیک کہا یہ کون مرد مومن تھا۔ ملت اسلامیہ کی تقدیریں بدلنے والا، اسکو عالم اسلام میں محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم کے خطاب سے پکارا جاتا ہے جسکو مغرب کے رہنے والے ارض مشرق کا اہم ترین مفکر اور عظیم انسان تسلیم کرتے ہیں دوسرے بزرگ حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ جنہوں نے مسلمانوں کو فکری بنیاد دیعنی دو قومی نظریہ کی غذا مہیا کی۔ فکری بنیاد کے بغیر کوئی تحریک

پروان نہیں چڑھتی۔ ہماری جدوجہدِ آزادی اور حصولِ پاکستان کی تحریک کو یہ بنیاد فکرِ اقبال
سے ہی نصیب ہوئی جب ہندوستانی مسلمان اپنی تاریخ کے ایک نازک دور سے گزر
رہے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا مسئلہ فیصلہ کن مرحلے
میں داخل ہو رہا تھا اس فکری انتشار کے زمانے میں علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت نے
منزلِ پاکستان کی نشاندہی کی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو حصولِ
پاکستان کے لیے تیار بھی کیا اور اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کی آنکھیں نورِ فرقانی سے روشن
کر دیں اور اس کے وجود کو روشنی کے ایک بلند مینار کی طرح دس کروڑ مسلمانوں کے
لیے مشعلِ راہ بنایا۔ اور انہوں نے گاندھی جی اور گاندھی بھگت ملّاں کی سیاست ساحریت
کے طلسم کو تارِ عنکبوت کی طرح جھٹک کر رکھ دیا۔ امام الہند ابوالکلام آزاد شیخ الہند محمود الحسن
شیخ الاسلام حسین احمد مدنی دیوبندی، مردِ مجاہد عبیداللہ سندھی کی سیاست متحدہ
قومیت کے دام ہم رنگ زمین کو تار تار کر کے رکھ دیا۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے
کسمپرسی کے عالم میں زمامِ سیاست ہاتھ میں لیتے ہی سہ گونہ طاغوتی قوتوں کے خلاف
جہاد کیا۔ سنہ ۱۹۷۷ء کے اجلاس لکھنو سے مسلمانوں کی تنظیم نو کا آغاز شروع ہوتا ہے جب
اس مردِ مومن نے مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماع میں اسلامی انقلاب کی دعوت دی۔
اور سمجھایا کہ اگر مسلمانانِ ارضِ ہند میں ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے
ہیں تو انھیں اسلام کی حیات بخش راہ اختیار کرنی ہوگی اور انھیں بھولا ہوا سبق دوبارہ
یاد کرنا ہوگا۔ اپنے ملی تشخص کا احساس دلایا جب مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے
من حیث القوم یہ آواز اٹھی تو اغیار کے کان کھڑے ہوئے ان کے خیال میں تو ہندوستان
میں سیاسی پارٹیاں ہی دو تھیں یعنی انگریز اور ہندو۔ گاندھی بھگت ملّاں تو ان کے تنخواہ دار
تھے اور جواہر لعل نہرو فرمایا کرتے تھے کہ اگر فسادوں میں ان کا تذکرہ نہ ہو تو ارضِ ہند

میں ان کا نام لیوا نہیں ہے۔ امام الہند، شیخ الہند اور امیرِ شریعت تو ہاتھ باندھ کر کہتے
تھے کہ مہاراج آپ کا دیا ہی کھاتے ہیں لیکن اب ایک تیسری پارٹی نہ صرف بیدار ہو رہی
تھی بلکہ بھارت ورش میں ہندو راج کے خوابوں کو پریشان کر کے مسلم ہندوستان کی
آزادی کے لیے جان پر کھیل جانے کا عزم کر رہی تھی۔

آزادی و استقلال کے لیے اسلامیانِ ہند کے اس عزم کی مخالفت ہندو کی طرف
سے ہوتی تو کوئی نئی بات نہ تھی مگر حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے کہ خود مسلمانوں کی
ایک ٹولی اپنوں سے کٹ کر ہندوؤں سے جا ملی۔ یہ وہ بزرگ تھے جو اپنے آپ
کو مسلمانوں کا ناخدا بتاتے تھے مگر اسلام کی کشتی کو سپردِ آب کرنا اُن کا عزم تھا
جو گھر کے محافظ بن کے سامنے آتے تھے مگر ہندو کو خوش کرنے کے لیے گھر کو تاخت
و تاراج کرنا ان کا ارادہ تھا یہ مسلم نما بزرگ ہند کانگرس کے زرخرید غلام تھے جن
کو گاندھی جی کی بھوجن شالوں سے پرشاد ملتے تھے اور اس نمک خوری کے صلے
میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا ان کا کام تھا چنانچہ وہ قریہ قریہ شہر شہر اپنے جبہ
امامہ کو سجا کر مسلمانوں کے محسنِ اعظم حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بے مثال جذبہ
اخلاص و ایثار کا مذاق اڑاتے اور اُن پر کافرِ اعظم کے فتوے لگاتے اور جگہ جگہ
ان کا فوٹو لیے پھرتے اور کہتے کہ داڑھی مونچھ مونڈا یہ ان کیسے مسلمانوں کا قائد
ہو سکتا ہے لیکن اسلامیانِ برصغیر پاک و ہند ان مسلم نما بہروپیوں کو اچھی طرح جان
گئے تھے کہ یہ ہندو کے تنخواہ دار مسلمانوں کے کیسے محسن ہو سکتے ہیں لیکن ملّتِ
اسلامیہ کا یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ حضرت قائداعظم نے ان کو ایک
پرچم تلے جمع کیا اور پورے یقین کے ساتھ مسلمانوں کو سمجھایا کہ برصغیر میں ہم اقلیت
میں نہیں ہیں ہم ایک قوم ہیں اور قوم کی حیثیت سے اس برصغیر میں زندہ رہیں گے

ہمارے پاس ایک ضابطۂ حیات ہے جو زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز ہے
مسلمانوں کے نزدیک قومیت کا نظریہ صرف مسلم اور غیر مسلم ہے ہماری سیاست
مذہب سے الگ نہیں۔ متحدہ قومیت ایک غیر اسلامی نظریہ ہے ہلاکت آفریں
فریب ہے ہمارا تمدن جدا ہے ارضِ ہند میں دس کروڑ مسلمان اگر تمدنی حیثیت سے
زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اُن کے لیئے ایک الگ ملک کی ضرورت ہے اسلامیانِ
برصغیر نے اس الگ اسلامی مملکت کے لیئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ لاہور کی
شکل میں اپنا عزم ظاہر کیا۔ کل تک ہم ایک حقیر اور بے بسی اقلیت تھے آج دس
کروڑ مسلمانوں کی ایک مضبوط اور متحد قوم ہیں جو آزاد پاکستان کے قیام کے بعد دنیا میں
پانچویں نمبر پر سب سے بڑی سلطنت بنے گی اور زندہ قوموں کی صفِ اول میں
شمار ہو گی۔ پاکستان کا قیام دنیا کی تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ لیکن افسوس سے
لکھنا پڑتا ہے کہ قوم پرست گاندھی بھگت ملاؤں کی ٹولی جو ایک خاص مکتبِ فکر سے
تعلق رکھتے ہیں نے مسلمانوں کی اس قومی جدوجہد سے الگ ہو کر ہندو کافر کا ساتھ
دیا اور آج اسی ٹولی کے چند گاندھی بھگت ملاؤں کو پاکستان کے تعلیمی نصاب کے
حصہ تاریخ میں شامل کیا گیا ہے جسکی ہم پہلے بھی نشاندھی کر چکے ہیں اور یہاں ان کا
دوبارہ ذکر کر رہے ہیں مولوی سید احمد شہید، مولوی سید اسماعیل دہلوی، مولوی
رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، یہ صاحبان انگریزوں کے حامی و ناصر تھے۔
(سوانح حیات سید احمد شہید از جعفر تھانیسری، مخزن احمدی از سید محمد علی، تذکرۃ الرشید از
عاشق الٰہی میرٹھی) مولوی محمود الحسن دیوبندی قوم پرست کانگرسی، مولوی
عبیداللہ سندھی سوشلسٹ قوم پرست کانگرسی تھے دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی
حضرت قائدِ اعظم کے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو گم گشتہ راہ کی ٹولی کہتے تھے اور یہ بھی کہتے

تھے کہ مسلم لیگیوں کی اس گم گشتہ ٹولی کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی پاکستان معرضِ وجود
میں آ سکتا ہے۔ (اشرف الافادات از مولانا عبدالاحد سورتی)
اب گاندھی بھگت اور یہودی لابی کے مورخین کے قلم کا کرشمہ ملاحظہ فرمایئں
کہ جنہوں نے جانی و مالی قربانیاں دے کر حصولِ پاکستان کے لیئے جدوجہد کی اُن کے
تذکرے پاکستان کے قومی نصابِ تعلیم کے حصہ تاریخ میں شامل نہیں کیئے کیونکہ گاندھی
جی کی واردھا تعلیمی پالیسی میں ایسا ہی انہیں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اُن کی تاریخ
سے ناآشنا کر دیا جائے۔ حالانکہ اسلام نے مسلمانوں کو تاریخ نویسی کا یہ مسلّمہ اصول
بتایا ہے کہ تاریخی واقعات بیان کرنے میں پوری دیانت برتی جائے۔ مؤرخ کو چاہیئے
کہ وہ واقعات جس ترتیب سے رونما ہوئے ہیں اُن کو اُسی ترتیب سے بلا
کم و کاست اور بے رُو رعایت بیان کرے۔ مجھے اس بارے میں فخر حاصل ہے
کہ میں نے تحریکِ پاکستان کے ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے اکثر مشہور
واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اُس دور کے اکابر اور دیگر سیاسی رہنماؤں
کے ساتھ مل کر کام بھی کیا اور ان واقعات کی نگارش میں احتیاط سے کام لیا ہے
اسلیئے میں نے اُن دروغ گو قلمکاروں کا محاسبہ کرنے کے لیئے اپنی زندگی
کو وقف کر رکھا ہے کیونکہ قوم پرست علماء جمہور مسلمانوں کے مفادات کو پسِ
پشت ڈال کر اپنا تمام وزن کفر کے پلڑے میں ڈال چکے تھے کوئی بھی قوم اپنی
تاریخ سے بے خبر رہ کر اپنی منزل کھو بیٹھتی ہے برصغیر کی تاریخ حریت
میں ہندو لابی نے خاص مقاصد کے تحت تحریف کا افسوسناک سلسلہ جاری
کر رکھا ہے لیکن تاریخ کو اس کے حقیقی رنگ میں اگلی نسلوں تک جانا چاہیئے
گذشتہ ایک صدی سے قومی تحریک سے روگردانی کر کے نقصان پہنچانے کی بیشمار

کوششیں ہوئی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان قوم پرست مسلمانوں کی طرف سے جو پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا نہیں چاہتے۔ یہ ملت فروش قومی جدوجہد کے محاذ پر ملت کا ساتھ نہیں دے سکے، ان کے معاندانہ کردار کو تاریخ کے اندر دائمًا محفوظ رہنا چاہیئے کہ حقائق کو نہ جھٹلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی بھلایا جا سکتا ہے جس وقت دس کروڑ اسلامیانِ برصغیر کی مقدس جنگ آزادی لڑی جا رہی تھی اس وقت ان لوگوں نے باوجود مسلمان ہونے کے مسلمانوں سے دشمنی اور ہندوؤں سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ایسے واقعات ہماری زندگی میں بار بار بھی آ سکتے ہیں اور ان سے اسی طرح بچنے کی ضرورت ہوگی جس طرح تحریکِ پاکستان کے دوران ہم لوگوں نے اپنے محبوب قائد کی قیادت میں متحد ہو کر کام کیا۔

ہند اور یہودی لابی کے مؤرخین کو پچھلے مارشل لاء کے دوران تاریخ پاکستان کو مسخ کرنے کا اچھا موقعہ ملا اور پاکستان میں توڑ پھوڑ کے علاوہ "پاکستان کا جو یار ہے غدار ہے غدار ہے" کے نعرے بھی سننے میں آئے، اور یہ بھی دیکھا کہ ان قومی غداروں کے گلے میں ہار ڈال کر اور محبِ وطن کا خطاب دے کر سربراہِ مملکت پاکستان نے اپنی دعاؤں کے ساتھ ہندوستان کی یاترا کے لیے روانہ کیا اور ولی خاں سرخ انقلاب کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور جبّہ دستار کے مالک مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سراج احمد دین پوری سوشلزم کو عین اسلام بتا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا مفتی محمود بھی اسی راستے پر چلنے کی تلقین کرتے رہے ہے۔ اسلامیانِ پاکستان بھی ان کو اسی خطاب سے یاد کرتے ہیں یعنی قوم پرست و گاندھی بھگت ملّاں، قوم وملک کے کبھی دوست نہیں بن سکتے اور محبِّ وطن پاکستانی انہیں کہتے ہیں

نہیں پیارے ہیں ہم سے ہندوستان کے ہندو — یہ ہیں اسلام کے ہندو ہے

محبِ وطن پاکستانیوں کی اب آنکھیں کھل جانی چاہییں اور خاص کر مسلم لیگ کی حکومت کو ان کا چیلنج قبول کرنا چاہیئے۔ کہ ہم انہیں اس میدان میں ویسے ہی شکست فاش دیں گے۔ جیسے حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے ان کے پیش رو قائدین کو شکست فاش دی تھی۔ ہم نے اس تصنیف میں حتی المقدور کوشش کی ہے کہ نیشلسٹ علماء کے ابو الاآباؤں کے علمی و دینی تضادات جتنے ہو سکیں جمع کر دیں اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ کانگرسی ملّاؤں کے سرخیل ہمارے نزدیک شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبند کانگرسی قوم پرست ابو الکلام آزاد اور مولوی حسین احمد مدنی کانگرسی قوم پرست ہیں اسلیئے ان کی ذہنی و دینی قلابازیاں زیادہ ترجمع کر دی گئی ہیں اور تمام گوشوں سے حجاب اٹھا دیئے ہیں۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو مر گئے (سُرگ باشی ہو گئے) اُن کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ تحریکِ پاکستان اور اسلام کے مخالف تھے اور متحدہ قومیت یعنی گاندھی بھگت تھے۔ فضول ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تاریخ سرگ باشیوں کا حساب لینے کے لیئے تحریر کی جاتی ہے۔

لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ آواز اُن گوشوں سے اُٹھے گی جو یا تو اُن لوگوں کے اشاروں پر تحریکِ قیام پاکستان کی مخالفت کرتے رہے ہیں اور ہنوز اُن کے اصولوں اور خیالوں کو اپنے لیئے نشانِ منزل سمجھتے ہیں اور یا وہ لوگ جن کی عقیدتیں اسلامی اصولوں کی بجائے شخصیات سے ہیں ہماری اپنی ذمہ داریوں کا ہمیں پورا پورا احساس ہے ہم جانتے ہیں کہ جب تک ان خطرناک گھاٹیوں کو طے نہیں کیا جائے گا۔ جہاں قدم قدم پر دشمن و مخالف تعاقب میں ہوں گے ہم اپنی نوخیز نسل کے لیئے وہ راستے صاف و ہموار نہیں کر سکیں گے

جن پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ اور حضرت قائد اعظمؒ انھیں چلانا چاہتے تھے۔

جہاں تک ملکی سیاست کا تعلق ہے ہندوستان کے پیشہ ور مولویوں نے کتاب وسنت کو ایک مذاق بنا کر رکھ دیا تھا۔ جب کانگرس نے ترکِ موالات کا ریزولیوشن پاس کیا تو جمعیۃ العلماء نے بھی قرآن وحدیث کی بناء پر ترکِ موالات کا فتویٰ دے دیا پھر حالات بدلے اور سی۔آر۔داس اور موتی لال نہرو نے سوراج پارٹی قائم کرکے کونسلوں کے مقاطعہ کی شرط اٹھا دی تو ان ہی پیشہ ور مولویوں نے جھٹ پہلا فتویٰ منسوخ کرکے کونسلوں میں داخلے کو جائز قرار دینے کی غرض سے نیا فتویٰ داغ دیا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ان ہی مولویوں کو کانگرس سے کچھ ذاتی پرخاش ہوئی تو جھٹ آغا خاں اور سر محمد شفیع کی قیادت قبول کرکے جداگانہ انتخابات کی حمایت اور نہرو رپورٹ کی مخالفت کا نیا فتویٰ صادر کر دیا۔

(ہماری قومی جدوجہد سنہ ۱۹۳۸ء از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی)

جب کانگرس نے ان گاندھی بھگت مولویوں کو پچاس ہزار روپیہ کی تھیلی پیش کی تو پھر گاندھی کی جے کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ یہ کردار ان گاندھی بھگت مولویوں کا ہے جو ہمارے نصاب تعلیم میں شامل ہیں اور اب انھیں قوم کا ہیرو بنا دیا گیا ہے میں ملک کی قومی مسلم لیگی حکومت سے استدعا کرتا ہوں کہ ملک میں اُن محب وطن مؤرخین کا بورڈ قائم کیا جائے۔ جنہوں نے ملک کی جدوجہدِ آزادی میں حصہ لیا ہو اور اُن کے افکار بھی حضرت قائد اعظم اور علامہ اقبال کے افکار سے ہم آہنگ ہوں اُن کا دو قومی نظریہ پر ایمان صادق ہو کیونکہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں تاریخ لکھنے کا یہی طریقہ ہے۔

انگلستان میں بھی دورِ حاضر کی سیاسی تاریخ آجکل اسی طریقے سے لکھی جا

رہی ہے چنانچہ گذشتہ عالمگیر جنگ کی تاریخ قلمبند کرنے کے لیئے جو بورڈ برطانوی حکومت نے مقرر کیا تھا وہ بالاقساط یہ کام انجام دے رہا ہے۔ امریکہ، روس، چین، بھارت میں بھی یہی طریقہ رائج ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ کی نگارشات کے کام کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ اکابرینِ تحریکِ پاکستان کے کارنامے وافکار و کردار ہمارے نصاب تعلیم میں شامل کیئے جائیں اور مخالفینِ تحریکِ پاکستان کو ہمارے نصاب تعلیم حصہ تاریخ سے خارج کیا جائے یا انھیں مخالفینِ پاکستان کی فہرست میں شامل کرکے تاریخِ پاکستان میں الگ جگہ دی جائے۔

خادمِ قوم

حکیم محمد حسین بدر چشتی

۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۸۶ء

ع شرط ہے جذبوں کا صادق ہونا

واقعی یہ درست ہے کہ جن کے جذبے سچے ہوں تو وہ سوہنی کی طرح تن تنہا کچے گھڑے کے سہارے خطرناک موجوں کی پرواہ کیے بغیر دریا میں کود جاتے ہیں۔ حکیم محمد حسین بدر نے بھی سچے جذبوں کے ساتھ کالج کے زمانے سے ہی حصولِ پاکستان کی تحریکوں میں عملاً حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اور تحریکِ پاکستان کے انتھک کارکن رہے ہیں۔ اور اب بھی پاکستان کی تاریخ لکھنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ عرصہ 35 سال سے تحقیق میں مصروف ہیں اور مرحلہ وار بغیر کسی امداد کے تنہا اپنی تحقیقی کاوشیں "منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے" کی صورت میں ہماری نوجوان نسل کو پہنچا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے اکابرینِ حق سے آشنا رہیں۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ آزادی حاصل کرنا آسان ہے اور اسکو برقرار رکھنا زیادہ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان جیسی ایک عظیم آزاد مملکت کی نعمت عطا فرمائی اور پھر بہت جلد ہی ہمارے مخلص بانیانِ پاکستان کو ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔ جس سے اس نوزائیدہ مملکت کو بہت دھچکا لگا۔ جس سے چند قوم پرست گاندھی بھگت کانگرسی پاکستان کے ذرائع ابلاغ کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گئے جو پاکستان کے دشمن نمبر وَن ہیں۔ جو نصابی

کتب میں قیامِ پاکستان کی تاریخ مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے حکیم محمد حسین بدر نے قوم کو صحیح تاریخ پیش کرنے کی ٹھانی۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے اُن کی کوششیں بارآور ثابت ہو رہی ہیں۔ تاریخِ قیامِ پاکستان کے حقائق پیش کر رہے ہیں یعنی اس سلسلے میں انہوں نے "دودھ کا دودھ پانی کا پانی" کر دیا ہے مخالفینِ پاکستان اور محبانِ پاکستان کی صحیح تحقیقی تصویر پیش کی ہے اور یہ حکیم صاحب کی پاکستان سے محبت اور اسکی تاریخ کے علم سے رغبت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یعنی حکیم صاحب اس سلسلے میں بڑے دردمند واقع ہوئے ہیں گویا ع

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اب ہمارا فرض ہے کہ ہم حکیم صاحب ایسے مخلصِ پاکستان کے ہاتھ مضبوط کریں اور ان کا ساتھ دیں، اصل حکمران پاکستان مسلم لیگ سے اپیل کریں کہ خدارا اب تو کچھ کریں اور نصاب میں اصل حقدار اکابرین کو جگہ دیں۔

مجھے اُمید ہے کہ پاکستان کے دوسرے محبِ وطن مؤرخین اور تاریخ دان بھی اس عظیم کام میں حصہ لے کر ملک و ملت سے اپنی حقیقی محبت کا ثبوت دیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم حکیم صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور وہ اسی طرح ملک کی بے لوث خدمت انجام دیتے رہیں یعنی ع

اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

رحیم طلب

مُدیر "سرائیکی زبان" بہاولپور

سید احمد شہید کی صحیح تصویر کے پیش گفتار از محمد سعید نعمانی، ناتحہ از وحید احمد مسعود کی آراء قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں اور جہاد بالاکوٹ کے مجاہدین کے بارے میں سوانح احمدی از مولوی جعفر تھانیسری، حیاتِ طیبہ از مرزا حیرت دہلوی، سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن ندوی سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر، میں جو اعتقادی فرضی قصے جوڑ کر ان کتب میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان کے بارے میں ان مورخین سعید نعمانی اور وحید احمد مسعود کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ ڈائریکٹر جنرل اکیڈمی آف ہائیر ایجوکیشن یونیورسٹی گرانٹس کمیشن پر چھوڑتے ہیں۔

پیش گفتار

جناب "سید احمد شہید" اور ان کی "تحریکِ جہاد" کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اُن کے عقیدت مندوں اور اُن کی "تحریکِ جہاد" کے رُوحِ رواں جناب شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کے مقلدوں کے اذہان کی پیداوار ہے اور ہر تذکرہ نگار نے اپنا نیا راگ الاپا ہے کسی نے بھی عقیدت کی عینک اُتار کر اصلیت تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ سارا زورِ قلم سید صاحب کو مامور من اللہ معصوم عن الخطا مجدد وقت امام زمان اور تحریکِ آزادی

کا ہیرو ثابت کرنے میں صرف کر دیا ہے مگر پھر بھی نتیجہ لاحاصل اور ہر ذی شعور انسان ان ضخیم و ضخیم تذکروں کو بہ نظرِ غائر پڑھ لینے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس تحریک کے مایہ ناز مورخوں سے بات نہیں بنی، اور ان سے وہ بات بھی چھپائی نہیں جا سکی۔ جس کو چھپانے کے لیئے انہوں نے اس قدر مغز ماری کی ہے اور بیچارے محمد جعفر تھانیسری کو تحریک کا مرتکب "ثابت" کر کے اس کے کفن کو داغدار کیا ہے۔

ہاں یہ تذکرے عقیدت مندوں اور اندھے مقلدوں کے قلوب کو بہلا سکتے ہیں گو ان کے دماغوں کو اپیل نہ کریں مگر دل کا بہل جانا بھی بڑی بات ہے۔

ایسے تذکروں کو لکھ کر پڑھ کر اگر ایک خاص گروہ کے دل بہل جاتے ہیں تو یہ اپنی جگہ ٹھیک۔ مگر تاریخ کو مسخ کرنے اور زید کی پگڑی بکر کے سر رکھنے کی اجازت دے دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ چنانچہ تاریخ کو مسخ ہونے سے بچانے کی خاطر جناب مولانا وحید احمد مسعود مصنّف کتب کثیرہ نے ان موقع شناس قلم کاروں کے خلاف اپنے قلم حقائق رقم کو حرکت میں لا کر ان کی مصلحت آمیز تحقیقات کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا ہے اور جناب سید احمد شہید" کی صحیح تصویر کھینچ کر عوام کے سامنے پیش کر دی ہے محترم مولانا وحید احمد مسعود صاحب یہ عظیم کارنامہ سر انجام دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے علاوہ اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہو گئے ہیں جزہ اللہ تعالیٰ

پیشِ نظر کتاب "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" جناب مولانا مسعود صاحب نے ماہ نامہ "منادی" دہلی بابت ستمبر ۱۹۶۵ء میں خاص نمبر کی صورت

میں شائع کروائی تھی اور مدیر "منادی" نے اپنے ادارتی نوٹ میں بڑی فراخدلی سے دعوت دی تھی کہ اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو "منادی" کے صفحات اس کے لیے حاضر ہیں مگر آج تک مدیر صاحب کی دعوت کو کسی نے شرف قبول نہیں بخشا اور اب تک یہ کتاب لاجواب پڑی ہے اس کا جواب لکھنا جن حضرات کے ذمے تھا ظاہر ہے کہ اُن سے اُن کے مریدین نے وجۂ خاموشی ضرور دریافت کی ہوگی مگر منطقیانہ جواب دے کر ٹال دیا ہوگا۔ لیکن جواب نہ دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ جواب نہ دے کر جواب الجواب کی زد سے بچا جائے اور بذریعہ خاموشی اس اٹھ کھڑے ہوئے مسئلے کو ختم کر دیا جائے وگرنہ بنا بنایا کھیل خراب ہو جائے گا۔ مگر یہ خیال خام ہے۔

جملہ تذکرہ نویسوں لبقول جناب سید صاحب متنوع خوبیوں کے مالک بزرگ تھے لیکن اُن کی بنیادی اور سب سے اہم خوبی اُن کی بے پناہ روحانیت اور کمالِ ولایت ہے اور ان ہی کمالاتِ عالیہ کی بدولت انہوں نے تسخیرِ خلائق کی تھی اور روحانیت کے زور سے لوگوں کو آمادۂ جہاد کیا تھا۔

اور سلاسلِ فقر میں ایک نئے سلسلے (طریقہ محمدی) کا اضافہ کیا تھا۔ لہٰذا سید صاحب کی ذات کو پہچاننے کے لیے سب سے اول ان کی اس مبینہ حیثیت کی حقیقت کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ چنانچہ پیش نظر کتاب میں سید صاحب کی [illegible]ن حیثیت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور حاصل بحث یہ ہے کہ جناب کی یہ

۱۰۲ء اب یہ کتاب تیسری بار شائع ہو چکی ہے۔

حیثیت بھی مشتبہ ہے اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ آج محمدی سلسلہ معدوم ہے، اور اس وقت اس "منظم" سلسلے کا کوئی شیخ نظر نہیں آتا اور اسی معدومیت کی بنا پر خود معتقدینِ سید صاحب میں سے دیوبندی گروپ کے لوگ دوسرے سلسلوں میں بیعت ہوتے ہیں تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ فیضانِ ولایت محمدی نہیں تھا بلکہ جناب شاہ صاحب کے علم وفضل کی کرشمہ سازیاں تھیں غرض کہ جناب مصنف نے سید صاحب کی روحانی کیفیات کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ اسکی داد نہیں دی جا سکتی۔

مسائل تصوّف عوام تو کجا بہت سے مولویوں کے فہم سے بھی بالا ہوتے ہیں لہٰذا اس بحث کو پڑھ کر وہی لوگ پورے طور پر محظوظ ہو سکتے ہیں جنہوں نے تصوّف کی حقیقت کو سمجھا ہے لیکن عوام کی دلچسپی کے سوالات یہ ہیں:۔

— سید صاحب کے جہاد کا رُخ انگریزوں کی جانب تھا یا سکھوں کی طرف؟

— سید صاحب نے تحریکِ جہاد کا آغاز انگریزوں کے اشارے پر کیا تھا یا حکمِ الٰہی سے؟

— سید صاحب نے انگریزوں کے علاقے میں کھلے بندوں جہاد کی تیاری کی اور چندہ جمع کیا مگر انگریز آڑے کیوں نہیں آئے؟

— سید صاحب اگر انگریز کے مخالف تھے تو انہیں انگریزی عملداری سے سرحد میں مدد کیوں پہنچتی رہی؟

— سید صاحب کو انگریزی عملداری سے باہر ہر مقام پر انگریزوں کا جاسوس کیوں سمجھا گیا؟

— سید صاحب کی دعوتیں انگریزوں نے کیوں کیں؟

— سید صاحب نے بیرونی انگریزوں کو نکالنے کے لیئے سکھوں سے کوئی بات چیت کی تھی؟

— سید صاحب نے سکھوں کے علاوہ سرحدی وقبائلی پٹھانوں کا جو خون بہایا کہاں تک جائز تھا؟

— سیّد صاحب مجدّد تھے تو انہوں نے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مسلمانوں کی اصلاح کر کے انہیں متحد و متفق کیا یا بیسیوں اخلاقی مسائل پیدا کر کے باہمی سر پھٹول میں مبتلا کر دیا؟

— سید صاحب کے حکم سے بیوگان کے زبردستی نکاح کر دینے میں کونسی دانشمندی تھی؟

ان سب سوالوں کے جواب اس کتاب میں موجود ہیں مگر تفصیل کی بجائے اشاروں کنایوں سے دیئے گئے ہیں جو حقیقت کے متلاشی کو مطمئن کرنے کے لیئے کافی ہیں ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب بے جا کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

"سید احمد شہید کی صحیح تصویر" کی اشاعت یہاں بحید ضروری تھی کیونکہ پاکستان ہی میں سب سے زیادہ اس تحریک کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے کارکنان مکتبہ مسعود لاہور مستحق صد ستائش و مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے اس کتاب کی اشاعت سے تصویر کا صحیح رُخ عوام کے سامنے آجائے گا۔ محققین کے غور و فکر کی نئی راہیں کھل جائیں گی۔ اور یہاں کے نقید تمند مصنفین جانبدارانہ تحقیقات کو چھوڑ کر حقیقت کو تلاش کرنے کی سعی فرمائینگے

محمد سعید لغانی

(سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود ص۳ تا ۶)

اقتباس از ہفت روزہ چٹان لاہور

منجانب جناب شورش کاشمیری مورخہ ۲۹ جون ۱۹۷۰ء

"حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں (نیشلسٹ علماء) کو شوشلزم یا کمیونزم کے مادی نظریہ کی الف ب کا بھی علم نہیں یہ لوگ صرف پاکستان سے اپنا ذہنی انتقام لے رہے ہیں چونکہ پاکستان ان کی مرضی کے بغیر بنا تھا تب کانگرس کے ساتھ مل کر انہوں نے آخری وقت تک کوشش کی کہ پاکستان نہ بنے۔ لیکن پاکستان بن گیا۔ اب سُرخوں کے ساتھ مل کر پاکستان توڑنے کے درپے ہیں۔ ان کا منشار اور مقصد یہ ہے کہ وہ پاکستان نہ رہے جو بنا ہے خود مختار ریاستوں میں بٹ جائے اور اس طرح اسکی سالمیت ختم ہو کر کئی شوشلسٹ ریاستوں کی شکل اختیار کر لے۔ یہ صرف ایک چیز چاہتے ہیں کہ پاکستان موجودہ پاکستان نہ رہے۔ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان بن رہا تھا یہ لوگ حکومتِ الٰہیہ کا نعرہ لگا رہے تھے ہمیں بتاؤ کہ وہاں قانونِ ربانی ہوگا یا نہیں اور اس قانونِ ربانی کے لیئے وہ انڈین نیشنل کانگرس میں ہندوؤں کے شانہ بشانہ بندے ماترم الاپ رہے تھے پاکستان بن گیا۔ اب اس کے آئین کے اسلامی بنانے کا مرحلہ درپیش ہے تو ان لوگوں نے شوشلزم سے اتحاد کر لیا۔ جمعیت العلما اس وقت بھی تھی جمعیت علما آج بھی ہے۔ اسلام کا نام اس وقت بھی جپتے تھے لیکن علما اس وقت ہندوؤں کے ساتھ تھے۔ آج شوشلسٹوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جب پاکستان بننے کی راہ میں رکاوٹ تھے تو پاکستان بن کے رہا۔ آج اسلام کے آئین کی راہ میں مزاحم ہیں لیکن اسلامی آئین بن کے رہے گا۔ تب پاکستان

کے دشمن تھے آج اسلام کے دشمن ہیں۔ (چٹان ۷۰-۶-۲۳)

میرا ذاتی تجربہ ان لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا اسلام سے محض کاروباری واسطہ ہے۔ ان کے متعلق میرا یقین ہے کہ غایت درجہ کے خود فروش لوگ ہیں۔ چٹان ۱۹ جنوری ۱۹۷۰)

سوشلسٹ علماء کے متضاد فتاویٰ اور اقوال

۱۔ اسلام کے سوا ہر ازم کو کفر سمجھتے ہیں (مفتی محمود روزنامہ جنگ ۷۰/۹/۲۰)

۲۔ میں سوشلزم پر لعنت بھیجتا ہوں (غلام غوث ہزاروی روزنامہ جنگ ۶۹/۶/۱۶)

۳۔ بھٹو کسی غیر اسلامی نظریہ کا پرچار نہیں کر رہے ہے اسلیئے ان کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (غلام غوث ہزاروی۔ مساوات لاہور ۷۰/۶/۱۰)

۴۔ سوشلزم ایک اقتصادی نظام ہے جو اسلام سے لیا گیا ہے (مفتی محمود روزنامہ امروز لاہور ۷۰/۶/۱۰)

۵۔ ان ۱۱۳ علماء کے خلاف مارشل لاء کے ضابطہ ۶۰ کے تحت کاروائی کی جائے جنہوں نے سوشلزم کے خلاف فتویٰ دیکر اشتعال انگیزی کی ہے (ضیاء القاسمی روزنامہ مشرق ۷۰/۳/۲۱)

۶۔ سوشلزم کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء دراصل سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کرتے ہیں اور سامراجی ایجنٹوں کی حیثیت سے انہوں نے فتویٰ دینا ایک کھیل بنالیا ہے۔ (مفتی محمود روزنامہ امروز)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان متضاد فتاویٰ اور اقوال سے چراغِ مصطفوی کی بجائے کیا شرارِ بولہبی کی بو تو نہیں آرہی؟ کیا فرماتے ہیں خود ساختہ علما موحدین بیچ ان متضاد فتاویٰ کے؟

مُفتیانِ فتویٰ جہاد ۱۸۵۷ء

مندرجہ ذیل اُولعزم مفتیان کرام نے فتویٰ کے ذریعے ۱۸۵۷ء کے جہاد کو شرعی حیثیت دیکر مسلمانانِ برصغیر کے لیئے جہاد فرض قرار دیا۔ اور مجاہد کبیر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رح نے شاہی مسجد دہلی میں بروز جمعۃ المبارک اپنی ترکش سے تیر چلا کر جہاد کا آغاز کیا اور اس فتویٰ کے اجراء سے نوّے ہزار اسلامیانِ برصغیر انگریز کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ میں سر بکف میدان میں آ گئے (افسوس کہ ان اکابر مفتیانِ کو پاکستان کے نصابِ تعلیم میں کانگرسی اور سعودی لابی نے جگہ نہیں دی)

۱۔ مجاہد کبیر حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی صدر الدین آزردہ رحمۃ اللہ علیہ (صدر الصدور دہلی)

۳۔ حضرت مولانا شاہ احمد سعید محدث دہلوی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

۴۔ حضرت عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت مولانا قاضی فیض اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا فیض احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ ڈاکٹر مولوی وزیر احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت مولانا سید مبارک شاہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت مولانا منشی رسول بخش کاکوروی رحمۃ اللہ علیہم

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پھانسی والے اور گولیوں سے اُڑائے جانیوالے اکابرین

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد پھانسی پانے والے یا گولیوں سے اڑائے جانے والے اکابر مجاہدین درج ذیل ہیں۔

۵۔ حضرت مولانا فیض احمد بدایونی رسواد ، حضرت مولوی کفایت علی کافی مراد آبادی، حضرت مولانا نسیم اللہ نسیم قصبہ کول، حضرت مولانا امام بخش صہبائی، نواب خان بہادر خاں آف روہیل کھنڈ، جنرل محمود خاں آف بجنور، حضرت مولانا لیاقت علی خاں آف الہ آباد، حضرت مولانا پیر بخش پٹنوی، نواب اقبال مند خاں، نواب غضنفر حسین خاں سعید، حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی (مجاہد کبیر)، نواب عبد الرحمٰن خاں والئ جھجر، نواب مظفر الدولہ، نواب میر خاں آف بلول، نواب اکبر خاں بن فیض اللہ خاں بنگش، احمد مرزا، میر محمد حسن، حکیم عبد الحق بن حکیم محمد بخش، قاضی فیض اللہ کشمیری، سرشتہ دار صدر الصدور، میر پنجہ کش مشہور خوشنویس، نواب احمد علی خاں (جیل میں موت واقع ہوگئی) حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی مجاہد کبیر (جزیرے انڈیمن کالا پانی میں موت واقع ہوئی) نواب محمد حسین خاں، نظام الدین خاں بن حکیم شرف الدین خاں، خلیفہ اسماعیل خلف استاد ذوق، محمد علی خاں خلف نواب شیر جنگ خاں، عبد الصمد خاں بن علی محمد خاں، (رسالدار شاہی فوج) دلدار علی خاں کپتان، میاں حسن عسکری صوفی (حال ہی میں دیوبندی مکتب فکر والوں نے انکی سوانح بنام شاہ حسن عسکری شہید

شائع کی ہے قلم کی بددیانتی سے انہیں دیوبندی ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ آپ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے)، غلام محمد خاں عم نواب احمد علی خاں رئیس فرخ نگر، شہید حریت منشی رسول بخش کاکوروی، حضرت مولانا سرفراز علی شاہجہان پوری، حضرت مولانا غلام امام شہید، حضرت مفتی انعام اللہ دہلوی، حضرت مولانا وہاج الدین۔

یہ چند سربرآوردہ شہدائے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسمائے گرامی پیش کیے گئے ہیں ویسے تو صرف دہلی میں چھ ہزار سے زائد مسلمانوں کو پھانسی اور گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ تاریخ حریت کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں سے پانچ لاکھ سے زائد اسلامیان برصغیر پاک و ہند کو بڑی بے دردی سے فرنگی اور سکھوں نے شہید کر ڈالا۔

مجلس تلقین جہاد ۱۸۵۷ء

تحریک جہاد اسلامیان برصغیر کی صد سالہ عظیم جدوجہد نے رنگ لایا اور برطانوی غلامی کے پُرفریب جال کو توڑ کر پھینکنے اور سرزمین وطن کو آزاد کرانے کے لیے مصروف عمل ہے اس انقلابی تنظیم میں نوابین، امراء اور سب سے زیادہ علماء صوفیاء کرام کی جماعتیں پیش پیش رہیں ۱۸۵۷ء کے جہاد کے محرکات کی تفصیل تو میں اپنی تصنیف تاریخ پاکستان کی جلد دوم میں وضاحت سے تحریر کر چکا ہوں۔ میری پینتیس ۳۵ سالہ تحقیق نے سرگذشت مجاہدین کے سلسلے میں یہ ثابت کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے محاربہ عظیم سے چھ سال پہلے علماء اور صوفیاء کرام نے مسلمانوں میں جہاد کی روح پھونکنی شروع کر دی تھی۔ جن علماء اور صوفیاء کرام نے اس تحریک میں جان ڈالی اُن اکابرین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

حضرت شیخ محراب شاہ قلندر گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسیؒ (مجاہد کبیر)، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، (مجاہد کبیر)، حضرت مولانا سرفراز علی شاہؒ جاںپوری، حضرت مولانا لیاقت علیؒ الٰہ آبادی، حضرت منشی رسول بخشؒ کاکوروی، حضرت مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر وزیر خاں، حضرت انعام اللہؒ دہلوی، حضرت مفتی صدر الدین آزردہؒ دہلوی، حضرت مولوی شیخ اعتقادؒ علی بیگ، حضرت مولانا امام بخشؒ صہبائی، حضرت سید باقر علیؒ ناظم محکمہ دیوانی، حضرت مولانا نوازش حسینؒ، حضرت سید مراتب علیؒ، حضرت حسن علیؒ، حضرت مولانا خواجہ تراب علیؒ، حضرت مفتی ریاض الدینؒ، حضرت مولانا غلام جیلانیؒ، غلام مرتضیٰؒ، حضرت مفتی رسول بخش کاکوروی، شیخ محمد شفیع، مومن علی، باسط علی، محمد نعیم الدین حسن، محمد قاسم دانا پوری، معین الدین، حضرت ملا نا کریم اللہ خاں، صدر الصدور، حضرت قاضی محمد کاظم علی، تاج الدین، طفیل احمد خیرآبادی، حضرت ملانا غلام امام شہید، حضرت مفتی عبدالوہاب گوپاموی۔

مذکورہ بالا حضرات صدارت نظامت وغیرہ مختلف عہدوں پر فائز تھے یا وکلاء تھے، جنہوں نے اس مجلس کی رکنیت منظور کی اور دامے درمے قدمے، حضرت شاہ احمد اللہ مدراسی کی تائید واعانت شروع کردی۔ بالآخر اس اجتماع میں انقلابی اقدام کا پروگرام شروع ہوگیا اور جو حضرات بیرونی مقامات سے اپنے علاقے کی نمائندگی کرنے آگرہ آئے تھے۔ عملی اقدام کی رہنمائی کے لیے آئے تھے انہوں نے واپس جاکر اپنے اپنے محاذ پر جنگ آزادی کے اعلان کا انتظار کرنے لگے۔ اور اپنے علاقے میں سرکاری افواج وعوام میں جاکر جہاد کی تبلیغ وترغیب کا کام شروع کردیا۔ یہ تمام بزرگ اکابرین مسلکاً اہلسنت والجماعت مشرباً صوفی تھے۔ کیونکہ برصغیر میں انگریز کے اقتدار کے بعد تاریخ کا جتنا لٹریچر منظر عام پر آیا۔ اس کی تان بان وہابی مجاہدین پر ختم ہوتی ہے۔ سید رئیس احمد جعفری ندوی جیسا اعتدال پسند مؤرخ بھی یہ بات لکھنے پر مجبور ہوگیا کہ دلی میں غدر

کے موقع پر چار سو وہابی جہاد کے لیے نکل پڑے اور مولانا میر محبوب علی وہاں جہاد کے خلاف تبلیغ فرماتے رہے۔ (بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۸۲۳)

نیز لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کا عالم آشوب غدر اس اعتبار سے بھی ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ اس نے متعدد ایسے لوگوں کو منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا کہ حضرت محل کے بارے میں اس سے زیادہ کوئی کچھ نہیں جانتا کہ وہ واجد علی شاہ کی بیگم تھیں۔ مولانا احمد اللہ خاں اور مولوی لیاقت علی مسند درس وافتا سے ایک قدم باہر نہ نکالتے۔ ڈاکٹر وزیر خاں کی زندگی کلب میں یا عیسائی مناظروں سے کلہ بہ کلہ جنگ کرنے میں بسر ہوجاتی بہادر خاں کا بزم وانجمن میں بھی ذکر نہ ہوتا۔ خاندانِ نجیب الدولہ کا گوہر شب چراغ محمود خاں ایام عشرت میں زندگی کے ماہ وسال گزار دیتا۔ بخت خاں انگریزوں سے اپنی وفاداری پر فخر کرتا۔ اور ایک اوسط درجہ کے فوجی افسر سے زیادہ ترقی نہ کرسکتا۔ مولانا فضل حق خیرآبادی منطق وفلسفہ کی تدریس وتعلیم میں عمر عزیز بسر کردیتے، لیکن غدر نے ان حضرات کی ایسی صلاحیتوں کو جن سے یہ خود بھی ناواقف تھے ابھارا اور انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا مذکورہ سطور میں ہم نے غدر کے جن ہیروؤں کا ذکر کیا ہے اُن میں سے صرف بخت خاں اور مولانا فضل حق خیرآبادی دو ایسی شخصیتیں ہیں جنہوں نے دلی کے محاربات غدر میں مرکز نشین ہوکر حصہ لیا ہے (بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۸۲۴)

غدر میں علماء کا حصہ کے عنوان سے رئیس احمد جعفری رقم طراز ہیں کہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں علماء نے نمایاں حصہ لیا۔ بقول ایک اہل قلم اور محقق کے مولانا فضل امام خیرآبادی صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین خاں آزردہ، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مصنف صدر امین کول وبریلی مولانا فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہوان، مفتی انعام اللہ گوپاموی، قاضی دہلی وسرکاری

وکیل آلہ آباد، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھ سررشتہ دار ایلین بریلی، علامہ فضلِ حق خیر آبادی سررشتہ دار ریذیڈنسی دہلی و صدر الصدور لکھنؤ، مہتمم دفتر تحصیل اودھ، مولوی غلام قادر گوپاموی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی (تحصیلدار گڑھ گاؤں)، قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صدر الصدور دہلی وغیرہ یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عدیم عالی شان اکابر علماء تھے حکومت کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی ان کے لیئے ناقابل برداشت تھی۔ موقعہ کا انتظار تھا ۱۸۵۷ء کا وقت آیا تو سب سے پیش پیش یہی حضرات تھے۔ والیانِ ریاست اور ارکینِ دولت میں ناموسِ حریت پھونکنے والے یہی تھے عوام کو ابھارنا اور فتویٰ جہاد جاری کرنا انہی کا کام تھا۔ اور انقلاب کے بعد سب سے زیادہ مصائب اٹھانے اور آتشِ حریت میں جلنے والے یہی شمع شبستانِ آزادی کے پروانے تھے (بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ۱۸۵۷ صـ ۸۵۵)

بدقسمتی سے ہمارے بیشتر مورخین اور مصنفین کا زورِ تحقیق قومی و ملی تاریخ کے بارے میں جانبدارانہ رہا ہے اور انہوں نے جان بوجھ کر حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا ہے لیکن مصدق کے حقائق چھپانے سے نہیں چھپ سکتے جو مؤرخ یا محقق جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا غیر جانبداری اور تحقیقی نظروں سے مطالعہ کرے گا۔ وہ یہ ماننے پر مجبور ہو جائے گا کہ مذکورہ بالا حضرات اور ان کے معتقدین و متعلقین نے جنگِ حریت یعنی حق و باطل کی جنگ میں کس قدر بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں لیکن ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی جنگِ آزادی کے ان راہنماؤں اور ملک و ملت کے ان بے لوث خادموں کے خلاف الزام تراشی کی تحریک جاری ہے اور ذرائع ابلاغ پر تابع غلط قسم کے لوگوں نے پاکستان کے قیام کے بعد ان کے روشن کردار پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوششیں شروع کر رکھی ہیں اور یہ باور کرانے کی کوششیں

کی جا رہی ہیں کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے اور بعد میں وہابی مکتب فکر کے راہناؤں یعنی سید احمد صاحب مولوی اسماعیل صاحب، مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب، مولوی قاسم نانوتوی صاحب، مولوی محمود الحسن، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی حسین احمد مدنی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی غلام رسول مہر قوم پرست کانگرسی اور دیگر کانگرسی علماء ۱۸۵۷ء اور تحریکِ پاکستان کے مخالف نہیں تھے حالانکہ تاریخی شواہد نے ثابت کر دیا ہے مولوی سید احمد، مولوی اسماعیل، مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی قاسم نانوتوی، حاجی امداد اللہ مکی انگریزوں کے حامی و ناصر تھے۔ نیز مولوی محمود الحسن کانگرسی قوم پرست راشٹر پتی شری ابوالکلام آزاد، مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی، مولوی اشرف علی تھانوی، غلام رسول مہر قوم پرست کانگرس کو تحریکِ پاکستان کا ہیرو قرار دیا جا رہا ہے۔ تاکہ عوام تحریک پاکستان کے بارے غلط فہمی کا شکار رہیں یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ جو لوگ انگریز اور ہندوؤں کے اشاروں پر شب و روز مصروفِ کار رہتے تھے اور انہی کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اہلِ اسلام کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے بلکہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے خون میں ہاتھ رنگ کر اور شاملی تھانہ بھون کے محاذ پر مجاہدین کے مقابلے پر کھڑے ہو کر انگریزوں کی امداد کرتے تھے آج انہیں شہید اور مجاہد تحریکِ آزادی کے بھاری بھرکم خطابات سے نوازا جا رہا ہے اور یہودی کانگرسی لابی کے مؤرخین تاریخِ پاکستان میں خاصکر پاکستان کے قومی تعلیمی نصاب کی تاریخ میں تعریف کر کے اور نئے نئے من گھڑت افسانے لکھ کر پاکستان کے سرکاری خزانے سے بھاری رقمیں لے رہے ہیں لیکن ان سپوراندوں سے ہم سوال کرتے ہیں کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی جنگی کونسل کے اراکین کے اسمائے گرامی اور ان علمائے کرام کا فتویٰ جہاد جس فتویٰ کی بدولت نوے ہزار سے زائد مجاہدین جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء دہلی میں شامل ہوئے

ان اکابرین کے افکار و کردار و تذکرے جنہوں نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے اسلامیانِ برصغیر کی مردہ رگوں میں آزادی کی حیات بخش روح پھونکی۔ تاریخ پاکستان خاصکر پاکستان کے قومی تعلیمی نصاب کی تاریخ میں کیوں جگہ نہیں دی گئی۔

یا حکومت پاکستان کے تمام تحقیق تاریخ و ثقافت کے ادارے اس بارے میں خاموش ہیں بلکہ اس کے برعکس یہ قومی نام نہاد ادارے اُن حضرات جنہوں نے ببانگِ دہل دشمنانِ اسلام سے نفرت دلائی انہیں تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر تاریخ کے اوراق میں جگہ تک دینے سے انکار کیا گیا بلکہ یہ کوشش کی گئی کہ صفحہ قرطاس پر ان جانثاروں اور شہیدوں کا ذکر بھی نہ آنے پائے۔ حالانکہ انہوں نے اپنا خونِ جگر دے کر پھانسی کے تختوں پر چڑھ کر کالے پانی کی اندوہناک تکلیفیں برداشت کر کے اسلام کے تحفظ کے لیئے جانِ عزیز کی بازی لگا کر شمع حریت کو ابدی تابانی بخشی انگریز نواز علماء اور مخالفین و معاندین نے سُنی علماء اور مجاہدین کے بارے میں یہاں تک مشہور کیا کہ یہ مسجد خانقاہ کے لوگ ہیں میدانِ جہاد سے ان کا کیا تعلق؟ حتیٰ کہ انگریز کے ادنیٰ کاسہ لیس اور ہندوؤں کے پرانے غلاموں نے بھی سنی علماء اور صوفیا کرام اور مجاہدین ملت پر زبانیں طعن دراز کرتے میں قباحت محسوس نہ کی۔ محبِ وطن مؤرخین نے اپنے اکابر کے کارناموں کو صفحہ قرطاس پر لانے سے تساہل برتا۔ حالانکہ ہمارے اکابرین نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء پر کافی لکھا۔ جس وقت میں اس موضوع پر تحقیقی کام کر رہا تھا تو ایک سو بائیس کتب اور مخطوطات میری نظر سے گزرے دوسروں نے اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر تاریخ کو مسخ کر کے تاریخ کے طالب علم کو غلط اور نامکمل مواد فراہم کیا اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ مسلک حق اہلسنت والجماعت کا تحریک پاکستان سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے ملاحظہ فرمائیں بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد، ۱۸۵۷ء

پہلی جنگِ آزادی واقعات و حقائق از میاں محمد شفیع ص ۳۲۱ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ڈائریکٹر صاحب اکیڈمی آف ہائیر ایجوکیشن یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد۔

آپ ادارہ نصاب تعلیم کی تطہیر اور اصلاح احوال کریں۔ اب اسکی اشد ضرورت ہے محکمہ تعلیم کو محکمہ حج و اوقاف نہ سمجھیں اور نہ ہی محکمہ تعلیم میں قدامت پسند وہابی اور کانگری علماء کی فرقہ واریت تنگ نظری اور تعصب کو ہمارے نصابِ تعلیم میں جگہ دیں کیونکہ ان ملک دشمنوں نے نصابِ تعلیم میں سازش کر کے اکابرین جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کے افکار و کردار تذکروں کو بیک جنبش غائب کر دیا ہے اور اب انہوں نے پاکستان کے قومی تعلیمی نصاب میں فرقہ واریت پر مبنی نصاب ترتیب دے کر ملک کی یکجہتی کو ختم کرنے کی ناکام سازش ہے۔ پاکستان میں یہ انگریز کے ایجنٹ کانگرس کے نام نہاد یہودی مؤرخین حقائق کو مسلسل توڑ مروڑ رہے ہیں جس کا اہلِ اقتدار نے سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے محبوب قائداعظم کی وفات کے بعد مسلم لیگ پہلی بار برسرِ اقتدار آئی ہے اُسے ننگِ ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن عناصر کی خطرناک قومی سازش کا علم نہیں اب حکومت کو چاہیئے کہ ایک مربوط منصوبہ بندی کے تحت درجہ بدرجہ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تدریسی نصاب میں تحریک پاکستان کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ تاکہ نئی نسل کے ذہنوں میں کجروی کے جراثیم راہ ہی نہ پاسکیں۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء

• دروغ گو مورخین نے

برِصغیر پاک و ہند کی قومی تاریخ ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء تک مسخ کر ڈالی۔
اور انگریز و ہندو لابی نے ان مقاصد کے لیے ضمیر فروش مورخین کی ایک بھاری کھیپ
تیار کی۔ جنہوں نے منظم سازش کر کے برِصغیر کی تاریخِ حریت میں خاص مقاصد
کے تحت تحریف کا افسوس ناک سلسلہ جاری رکھا۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد قومی
تحریک سے روگردانی اور قومی تحریک کو نقصان پہنچانے کی کئی کوششیں ہوئیں۔
خصوصیت کے ساتھ ان حلقوں کی طرف سے جو رشد و ہدایت کے دعویدار
تھے اور انگریز و ہندو کے وفادار غلام تھے یہ کہتے تھے کہ پہلے تو پاکستان بنے
گا نہیں اگر بن ہی گیا تو دو چار سال کے بعد معاشی بدحالی کی بنا پر خود ختم ہو جائے
گا۔ اور تاندا منظم مہاتما جی کے قدم پکڑ کر کہے گا کہ مہاراج ہمیں بھارت ماتا
میں دوبارہ شامل کر لو جب ہندو اور انگریز نے یہ دیکھا کہ کام تو الٹ ہو رہا
ہے پاکستانی قوم نے رات دن محنت کر کے پاکستانی معیشت کو مستحکم کر
دیا ہے اور وہ ہندوستان سے بھی بہتر زندگی گزار رہے ہیں تو
پاکستان کی یکجہتی اور ترقی کو نقصان پہنچانے کے لیے
ڈاکٹر محمود حسین قوم پرست، مولوی غلام رسول مہر قوم پرست اور ان کے رفقاء نے
مولانا ابوالکلام آزاد قوم پرست کی ہدایت کے طابع دو قومی نظریہ اور پاکستان کی

سنہری تاریخ کو مسخ کر دیا۔ انگریز کے ایجنٹ اور سید احمد بریلوی کی مسلم کش تحریک کو تاریخ
میں جگہ دی۔ ۱۸۵۷ء کی سرگذشت کو حقیقت کی نظر سے دیکھا
جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس جہاد میں سب سے
بڑھ کر مسلمانوں نے حصہ لیا اور حصولِ آزادی کے لیے بھرپور کوشش کی۔ ملک
میں قلتِ تعداد کے باوجود وہ سب جماعتوں اور گروہوں سے منزلوں آگے
نکل گئے۔ انہوں نے بے مثال استقامت کی شان بھی دکھائی اور ان کی جانی و
مالی قربانیاں اس جہاد کا سرمایہ فخر بنیں۔ کاش پاکستان کے مسلمان ۱۸۵۷ء کی
یادگار منانے میں بھی اپنی شانِ امتیاز قائم رکھتے۔ اس سلسلہ میں جو فرائض ہوتے
انہیں حسن و خوبی سے پورا کرتے اور پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں
شہدائے ۱۸۵۷ء کی یادگار قائم کرتے۔ کیونکہ اس جہاد میں جن مجاہدوں نے
کام کیا وہ بڑے تھے یا چھوٹے نامور تھے یا گمنام سالار تھے یا معمولی سپاہی
اعلیٰ درجے کے رکن تھے یا معمولی لوگ سب ہمارے دلی احترام و ستائش کے
مستحق ہیں خواہ وہ میدانِ جنگ میں مارے گئے تختۂ دار پر لٹکائے گئے یا جلاوطنی
کی حالت میں شہید ہوئے ان کی عظمت و برتری اسلامیانِ برِصغیر کے دلوں میں
مسلّم ہے انہوں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی اسی عزم و ارادے
نے انہیں اعجاز و اکرام کی انتہائی بلندیوں تک پہنچا دیا وہ اپنے پیچھے مجاہدانہ
کردار اور اسلامی اخوت کی ایسی مشعلیں چھوڑ گئے جو پاکستان کی آنے والی
نسلوں کو راہِ مستقیم دکھاتی رہیں گی۔ درحقیقت پاکستان ان مجاہدوں کی
مسلسل جدوجہد اور لگاتار سعی و کوشش کا نتیجہ ہے اب قوم پرست مسلمانوں
یا ان کے اسلاف نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء اور تحریکِ پاکستان میں مسلمانوں سے
دشمنی اور ہندوؤں سے دوستی کا شعار اختیار کیا۔ یہ دور ہماری زندگی میں

بار بار آ سکتا ہے اور بار بار اس سے اس طرح بچنے کی ضرورت ہے جس
طرح تحریکِ پاکستان کے دوران ہمیں ہمارے قائدین نے بچایا اور پاکستان
کی منزل تک پہنچا دیا۔ قوم پرست کانگریسی اور یہودی لابی کے احباب قومی جدوجہد
کے محاذ پر ملت کا ساتھ نہیں دے سکے تو اس کے اسباب و وجوہ تاریخ کے
اندر دائماً محفوظ رہنے چاہئیں پاکستان میں جب ان گاندھی بھگتوں کے افکار
اور معاندانہ کارنامے قوم کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو بعض بااختیار
جبینیں شکن آلود ہو جاتی ہیں اور کچھ تیز طرار زبانیں حدود سے باہر نکل آتی
ہیں لیکن ان تاریخی حقائق کو نہ جھٹلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی بھلایا جا سکتا ہے
جب دس کروڑ مسلمانوں کی مقدس جنگِ آزادی جاری تھی تو ان لوگوں نے اپنے
مسلمان بھائیوں کے خلاف کفر کا ساتھ دیا پھر یہ طائفہ پاکستان کے نصابِ
تعلیم میں کیسے شامل کر دیا گیا۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

یہ امر اس ضرورت کا متقاضی ہے کہ اپنی نئی نسل کو یہ ذہن نشین کرایا
جائے کہ نظریۂ پاکستان کیا ہے یہ احساس قیامِ پاکستان سے قبل میرے
دل میں کروٹیں بدلتا رہا۔ یہی عزم تھا جس نے مجھے تحریکِ پاکستان پر تحقیقی کام
کرنے کے لیے مجبور کیا۔ ۱۹۵۱ء سے "تحریکِ پاکستان کے سات ستارے"
تاریخِ پاکستان اور منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے" تین حصے اور
مختلف ادوار میں سربراہانِ مملکت کے نام لکھے گئے متعدد مکتوبات جن میں
پاکستان کا ۳۸ سالہ تاریخی دور محفوظ ہے۔

محمد خاں جونیجو وزیرِ اعظم پاکستان کے اس بیان نے کہ طلبہ کے دل و دماغ میں
نظریۂ پاکستان کو راسخ کرنے کے لیے نصاب کی بنیادی کتابوں کو نظریۂ پاکستان
کے ہم آہنگ مرتب کیا جائے گا۔ اب ماہرینِ تعلیم کو اس زندہ حقیقت کو
تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس نظریاتی مملکت کے استحکام و بقا کے لیے یہ نظریہ
اساسی حیثیت رکھتا ہے پاکستان میں بیس سال سے یہ تاریک دور گزر رہا
ہے اس دور میں نظریۂ پاکستان کو نئی نسل کے دل و دماغ سے محو کرنے کے
لیے نہایت باریک چالیں چلی گئیں اس زمانے میں نوجوانوں کی بے بصری کا
یہ عالم ہے کہ نادان یہ نہیں جانتے کہ تحریکِ پاکستان اور دو قومی نظریہ
کس شے کا نام ہے اور کن بزرگوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا یعنی
اسلامیانِ برصغیر کے وہ محسنین جنہوں نے پاکستان کی تحریک کو کامیاب
کیا وہ دنیائے جدید بن کر رہے گی جس کی حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ
حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دس کروڑ اسلامیانِ برصغیر نے آرزو
کی تھی ہر بیدار آنکھ دیکھ رہی ہے کہ فضائے پاکستان کا ذرہ ذرہ کروٹ
بدل رہا ہے اور حضرت علامہ اقبال کے اس جہانِ آرزو میں حیاتِ
تازہ انگڑائیاں لے رہی ہے اور وہ وقت قریب ہے جب نظریۂ پاکستان کے
آفتابِ حقیقت سے ظلمت کدہ عالم ضیا بار ہو کر رہے گا۔ اسی لیے درج ذیل
کتب کا مطالعہ نونہالانِ وطن کے لیے بہت ضروری ہے

۱۔ ہماری قومی آزادی کی جدوجہد ۱۹۳۸ء از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی
کو ڈگری کلاسز مطالعہ پاکستان میں شامل کیا جائے۔

۲۔ آزادی کے مجرم از ڈاکٹر عارف بٹالوی کو مطالعہ پاکستان میٹرک
کلاسز میں شامل کیا جائے۔

عظیم قائد تنظیم تحریک از ولی مظہر ایڈووکیٹ اس میں سے مضامین کا انتخاب پرائمری سے آٹھویں تک مطالعہ پاکستان میں شامل کیا جائے۔

آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان از ڈاکٹر محمد شجاع ناموس سابق پرنسپل ایس ای کالج بہاولپور" کانگریسی راج کی تاریخ ص۱۳۹ تا ص۲۲۰" سے انتخاب کر کے نصاب تعلیم مطالعہ پاکستان ڈگری کلاسز میں شامل کیا جائے۔

نظریہ پاکستان از چوہدری حبیب احمد اس کا انتخاب بھی نظریہ پاکستان پر طالب علموں کے لیئے مفید ثابت ہوگا۔ تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد میں بھی تحریک پاکستان میں نیشلسٹ علماء کے معاندانہ تاریخی کردار کو پیش کیا گیا ہے، سے اقتباسات شامل نصاب کیئے جائیں

تحریک پاکستان کے سات ستارے از راقم الحروف میں تحریک پاکستان کے سات اولالعزم قائدین کے تذکرے افکار و تعلیمات شامل ہیں، کو بھی نصاب تعلیم کے مطالعہ پاکستان میں شامل کیا جائے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا سوال از ڈاکٹر سید عبداللطیف ۱۹۲۸ء اس کتاب میں رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی جو کانگرس صوبہ جات میں مسلمانوں کی شکایات کی چھان بین کرنے کے لیئے مقرر ہوئی اور اس کتاب کے اقتباسات مطالعہ پاکستان میں شامل کیئے بغیر تاریخ پاکستان نامکمل رہے گی۔

رپورٹ پیرپور پنٹر لیف کمیٹی از راجہ سید محمد مہدی آف پیرپور۔ رپورٹ پیرپور تحقیقاتی کمیٹی جو صوبہ سی پی۔ بہار اور یوپی وغیرہ میں کانگریسی وزارتوں میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے اور ودیا مندر تعلیمی پالیسی مسلمان بچوں کیلئے بھی سکولوں میں نافذ کی گئی آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے مسلمانوں کی شکایات

کی چھان بین کے لیئے ۱۹۳۸ء میں مقرر کی اس کتاب کے بعض حصّے دو قومی نظریہ کے استحکام کے لیئے بہت ضروری ہیں۔ گاندھی کی واردھا تعلیمی اسکیم پر بھی اس کتاب میں بڑے اچھے پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے یہ تعلیمی پالیسی اکتوبر ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین نے مرتب کی تھی۔ جواب ہندوستان اور پاکستان میں نافذ ہے یعنی مسلمان کو اس کے دین سے الگ کر دو اُن کے مشاہیر کے تذکرے اُن کی نگاہوں سے اوجھل کر دو اور اب پاکستان کے نصاب تعلیم میں یہ سب کچھ ہے۔

پاکستان کی تاریخ، دیدہ عبرت سے اس دل سوز اور غم ناک حقیقت پر خون افشاں ہے کہ نیشلسٹ علماء نے اسلامیان برصغیر کی ملی تحریک قیام پاکستان کی مخالفت ہندو کانگرس کے ایماء و اشارہ پر نہایت شدومد سے کی۔ اس لحاظ سے یہ حقیقت اور بھی افسوسناک اور تلخ ہو جاتی ہے کہ اس طائفہ کے سرخیل ایک شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے اس معرکۂ دین و وطن، کفر و اسلام اور پیکار حق و باطل میں ان عالمان زنار پوش کی بھڑکائی ہوئی آتش فتنہ سوز سے جل کر پوری قوم کے سینہ پرسوز سے یہ صدائے دردناک بلند ہوئی کہ لے کے رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مندرجہ بالا تاریخی مقالہ اسلیئے پیش کیا ہے کہ نظر فریب قباؤں میں اور زہد و تقدس علم و فضل کے ان پیکروں نے حضرت علامہ اقبال حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے متعلقین علمائے حق و قائدین مسلم لیگ کو ملحد و بے دین اور پاکستان کے نظریہ

کو خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ ان زندہ حقیقتوں اور تاریخ کی واضح شہادتوں نیز نئی نسل کو اس دور کے حالات و واقعات سے پورے طور پر باخبر رکھنے کے لیے قومی نصاب تعلیم کے حصہ تاریخ میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ ۵

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ
(اقبال)

پھانسیاں

۱۸۵۷ء کی تاریخ کے تلخ لمحات

کہ کس طرح سے سکھ اور یورپین اکٹھے مل کر ایک زخمی مسلمان قیدی کے چہرے
کو سنگین مار مار کر جسم سے اس کے لہو نچوڑتے اور قہقہے لگاتے۔
اور جب قہقہے لگاتے لگاتے تھک جاتے تھے تو اسے نرم آگ پر آہستہ
آہستہ زندہ جلانے کا منظر دیکھ کر تالیاں پیٹتے رہتے تھے۔ اپنی آنکھوں سے
یہ منظر دیکھنے والے شخص نے جو کچھ بتلایا اسے لفٹیننٹ میجنڈی نے اپنی
کتاب "اپ اُونگ دی پانڈیز" کے صفحہ ۱۸۷ پر نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے،
"اس کا جسم شعلوں میں چٹک چٹک کر کالا سیاہ ہو گیا تھا اور اس کے
جلتے ہوئے جسم کے گوشت کی بو بڑی خوفناک تھی جو دُور دور تک پھیل کر
ہوا میں زہر گھول رہی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انیسویں صدی کی
اپنی خود ساختہ تہذیب اور تمدن میں یہ بات بھی ایک فیشن کا درجہ رکھتی ہے
کہ ایک انسان کی جان لینے کے لیئے اسے جلا کر روسٹ کر دیا جائے اور پھر
روسٹ شدہ اسی جسم پر انگریز اور سکھ ٹولیوں کی شکل میں اس کے گرد اکٹھے
ہوں اور اسے اس طرح سے مرتے ہوئے دیکھیں میرا اپنا خیال ہے کہ ہر
آدمی کو کن گناہوں کی بنا پر اتنا بڑا کفارہ ادا کرنا پڑا۔ اور کیوں اسے اتنی
خوفناک اور ظالمانہ سزا کا موجب ٹھہرایا گیا۔ بے شک یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ
انگریزی فوج میں شامل ہر مسلمان سپاہی نے انگریز عورت اور بچوں کو قتل
کیا ہے اور یہ اندازِ فکر بلاشبہ ایک ظالمانہ اندازِ فکر تھا۔"

مسٹر رسل نے بھی جو ٹائمز کا نمائندہ تھا اس واقعہ کی تفصیل کو ریکارڈ
کیا تھا چنانچہ اس روداد میں یہ اضافہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"میں نے چند دن بعد اس کھلے میدان میں اس بدنصیب مسلمان سپاہی

کی گلی سڑی اور بکھری ہوئی ہڈیاں خود دیکھیں۔"
بحوالہ کتاب "مائی ڈائری ان انڈیا دی ائر ۵۹-۱۸۵۸ء" باب اول
صفحہ نمبر ۳۰۱، ۳۰۲)

میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس قسم کی کھلی اور ظالمانہ
اموات کا ریکارڈ جتنا برا میرے انگلستان کا ہے پورے کرہ ارض پر کسی دوسرے
ملک کا نہیں ہے۔

(جنگِ آزادی کی تاریخ یادداشتیں از رانا رحمٰن ظفر صد ۹۳، ۹۴، ۹۵)

پھانسیاں

ایک طرف شہر پر یہ مصائب گذر رہے تھے دوسری طرف ریاستوں کے
رئیس گرفتار کر کے لائے جا رہے تھے اور پھانسیوں پر چڑھ کر ہمیشہ کی بلندی
حاصل کر رہے تھے۔ دہلی کی ایجنسی میں جھجر، پالودی، دوجانہ، لوہارو، بلب گڑھ
اور بہادر گڑھ ریاستیں تھیں۔ ان میں سے بڑی ریاست جھجر تھی جس کی آمدنی
اس وقت آٹھ لاکھ تھی اور عزت مند نواب عبد الرحمان اس کے امیر تھے۔
۲۰ اکتوبر ۵۷ء کو جب شہر کی تباہی مکمل ہو کر اپنے باکمالوں اور عزت
داروں کا ماتم کر رہی تھی، نواب صاحب کو اس جرم میں گرفتار کر کے لایا گیا کہ
انہوں نے مٹکاف صاحب کو پناہ نہ دی تھی اور بہادر شاہ کے پاس عرضیاں
بھیجیں۔ ۲۰ اکتوبر کو فوج بھیجی گئی جو نواب صاحب کو گرفتار کر کے لے آئی۔
مقدمہ ہوا۔ کچھ دنوں قلعے کے دیوانِ عام میں قید رہے اور پھانسی دیدی گئی

ریاست ضبط ہوئی اور ان کی بقیہ اولاد کو لدھیانے لے جاکر نظر بند کر دیا گیا۔
تقسیم تک یہ لوگ لدھیانے ہی میں تھے اور نیک شریف اور با اخلاق ہونے کی وجہ
سے عزت سے دیکھے جاتے تھے۔

چنگیز، اٹیلا اور ہلاکو کی یاد کو ہیچ کر دینے والا انگریز صرف جان نہ لیتا
تھا بلکہ تڑپا تڑپا کر اور ترسا ترسا کر مارتا تھا۔ پھانسی نہایت بے پروائی سے
دی جاتی تھی۔ اکثر تو ایسا ہوا کہ رسّا درخت میں باندھا اور پھندا بے گناہوں کے
گلے میں پھنسا کر اسے گھنٹوں تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ مسٹر ٹامسن لکھتے ہیں

"اس کے میزبان کیپٹن گارڈن نے بتایا کہ جھجر کے نواب صاحب کو جان
دینے میں بہت عرصہ لگا۔ کیونکہ وہ ان کو ابھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر آیا ہے"۔

بلب گڑھ کے راجہ ہرنام سنگھ پر یہ جرم عائد ہوا کہ اس نے منرو صاحب
کو نہ بچایا اور وہ باغیوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور یہ کہ اس نے بھی بادشاہ
کو بہت عرضیاں لکھیں اسکو بھی پھانسی دی گئی اور ریاست ضبط کی گئی۔

فرخ نگر کے نواب احمد علی خاں کو بھی پھانسی ہوئی اور ریاست ضبط کی گئی
لوہارو کے رئیس امین الدین خان اور ضیاالدین خاں سر جان لارنس کی سفارش
سے بچ گئے اور ریاست بھی مل گئی۔

نوابانِ پٹودی اور دوجانہ بری ہوگئے۔ بہادر گڑھ کے رئیس بہادر
جنگ خاں پھانسی سے بچ گئے لیکن ریاست ضبط ہوگئی اور لاہور بھیج دیئے
گئے۔ پنشن بھی دے دی گئی۔

جیسے قتل عام میں ہر طبقے کے لوگوں پر مصیبت گذری اسی طرح
پھانسیوں پر بھی فقیر سے لے کر امیر تک، شہزادے سے شریف تک لٹکائے

گئے۔ بعض تو اس جرم میں کہ بادشاہ سے تعلق خاص رکھتے تھے۔ نوکر تھے۔
خدمت گار تھے۔ دوسرے وہ مجاہد تھے جو باغیوں کے ساتھ ہو کر لڑے۔
تیسرے وہ جنھوں نے میگزین میں انگریزوں کو تنگ کیا تھا۔ چوتھے وہ باغی
سپاہی جو ادھر ادھر چھپے ہوئے تھے باقی اجمیری دروازے کے مسلمان
موچی جنھوں نے بھاگتے ہوئے مٹکاف صاحب پر بانس برسائے تھے۔

پھانسی دینا روزانہ کا شغل تھا اور تیسرے پہر دی جاتی تھی۔ ایک
ظلم یہ تھا کہ پھانسی کے وقت اکٹھے لا کھڑے کر دیئے جاتے تھے کچھ اوپر چڑھائے
جاتے تھے باقی ان کا تڑپنا آنکھوں سے دیکھتے تھے پھر ان کی باری آجاتی تھی

الور میں دہلی کے بہت سے شرفا نوکر تھے اس مصیبت میں ان کے
عزیز و اقارب بھاگ کر الور پہنچ گئے لیکن فخر الدین خاں جاسوس کی مخبری اور
رہنمائی میں وہاں سے گرفتار ہو کر آئے کچھ کو گڑگانوں میں پھانسی دی گئی اور
باقی دہلی لا کر لٹکائے گئے پھر اس تباہ شدہ شہر کو ۱۸۵۸ء میں یو۔ پی
سے نکال کر پنجاب میں ملا دیا گیا۔

الور کے قیدیوں میں بڑے گھرانوں کے نوجوان تھے جب پھانسی کا
وقت آیا تو چار جوانوں کی مائیں اپنے جگر گوشوں کو دیکھنے کے لیے آئیں یہ
لوگ بہت خوبصورت حسین جوان تھے۔ چوڑے چوڑے سینے سرخ و سفید
چہرے، سر پر ریشمی اور زریں سیلے بندھے ہوئے تھے۔ پاؤں میں شال
باقی جوتیاں، چست انگرکھے پہنے ہوئے تھے۔ جس وقت حلال خور نے پھانسی
کے تختوں پر کھڑا کیا بوڑھی مائیں پچھاڑیں کھانے لگیں۔ چیختی تھیں، چلاتی
تھیں، کلیجے پکڑ پکڑ کر روتی تھیں، لوٹتی تھیں اور بیٹے خاموشی سے ماؤں کی

بے قرار دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تختے کھینچ گئے اور وہ لٹک کر رہ گئے
جس جگہ پھانسیاں دی جاتی تھیں وہاں سامنے ایک دکاندار کرسیاں
بچھا دیتا تھا اور گورے اور افسر چرٹ پی پی کر خوش ہو ہو کر مرنے والوں کو تڑپتے
دیکھ کر جھومتے تھے۔ مسٹر ایڈورڈ ٹامسن اپنی منصفانہ کتاب میں مسز کوپلینڈ کا
بیان نقل کرتے ہیں۔

"مزید برآں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ خونریزی کے عادی سپاہیوں نے
جوشِ انتقام کو فرو کرنے کے لیے جلادوں کو رشوت دے کر آمادہ کر رکھا تھا۔
کہ لاش کو پھانسی کے تختے پر زیادہ دیر تک لٹکا رہنے دیا جائے۔ تاکہ لاش
کے تڑپنے کی دردناک کیفیت کو دیکھ کر، جسے وہ ناچ سے تشبیہ دیتے تھے اپنی
خونخوار طبائع کے لیے دلچسپی کا سامان بنا سکیں۔"

اٹیلا اور چنگیز کے کارناموں کو انگریز نے پھیکا کر کے رکھ دیا۔ تاریخ
کھنگالی ان ظالموں کی داستانوں میں اس قسم کی شقاوت نظر نہ آئی۔ انہوں
نے انتقام میں ایسے نظاروں کا اہتمام کہیں نہیں کیا اور یہ مظالم جو دہلی میں گذرے
اُن مظالم کا ایک شمہ ہیں جو اودھ اور روہیل کھنڈ میں ان ستمگاروں کے ہاتھوں
سے انسان پر بیتے۔

اس تباہ کاری کا کیا ٹھکانا ہے صرف دہلی میں ایک لاکھ گھر اور مسجدیں
خاک برابر کر دیں شہر کے بہترین محلے اجاڑ دیئے جو دریا گنج اور قلعے کے درمیان زیب و
زینت کا نمونہ تھے۔ اکبر آبادی مسجد میں مولانا شاہ ولی اللہ کا مشہور مدرسہ تھا
اس کا نشان نہ چھوڑا۔

تمام ملک میں قتل و غارت کا بازار ایسے جوش و خروش سے شروع کیا۔

کہ گاؤں اور بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیں اور خون آشامی کی بدترین مثال پیش کی۔
ٹامسن کسی کا قول لکھتا ہے:۔

"بلکہ اب بھی بعض مقامات سے اس قسم کی دلخراش اطلاعات سننے میں
آتی ہیں جن کی بنا پر یہ افواہ نہایت ترقی پکڑ گئی ہے کہ گورنمنٹ کا منشا تمام ہندوؤں
اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دینے کا ہے۔"

دہلی کا قصہ تمام ہوا بادشاہ کا مقدمہ رہ گیا ہے وہ آخر میں آپ کی نظر
سے گذرے گا۔ شہر اُن جاں بازوں سے خالی ہے جو ملک کی آزادی اور دین کی
حمایت میں بہت سی امیدیں لے کر آئے تھے۔ جانیں لڑائیں۔ قربانیاں
دیں اور ساٹھ ہزار میں سے تقریباً آدھے اسی کوشش میں خاک و خون میں تڑپ
کر ختم ہو گئے۔ باقیوں نے آگے گرمی کو لے کر اودھ کا رخ کیا اور آخری سانس
تک یہی کوشش جاری رکھی۔

(۱۸۵۷ء از میاں محمد شفیع صد ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ

عارفِ کامل اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آف گولڑہ شریف سے کسی نے کانگرس میں شامل ہونے کے متعلق فتویٰ پوچھا۔ اُس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا وہ فتاویٰ مہریہ میں درج ہے ناظرین کے لیے وہ سوال اور جواب دونوں ذیل ہیں۔

سوال :۔ کیا مسلمان کو کانگرس میں شامل ہونا چاہیئے یا نہ ؟

جواب :۔ مکرمی شاہ صاحب۔ وفقک اللہ تعالیٰ الیٰ نبین لما یحب ویرضٰی تسیم، استدعاءِ دعا میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف ہے اور ناجائز ہے۔ العبد دُعاگو وہ عاجزی از گولڑہ بقلم خود۔

ناظرین کرام ! کانگرس کی بنیاد مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی پر نہ تھی بلکہ اس کا مقصد انگریز کو مضبوط کرنا تھا۔ جیسا کہ چوہدری حبیب احمد نے اپنی کتاب تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء میں مسٹر ستیہ پال کی کتاب کے حوالہ سے شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

مولوی داؤد غزنوی بھی گاندھی نواز تھے

جو قوم داؤد غزنوی کو بھی تحریکِ پاکستان کا مجاہد کہتی ہے اسے تاریخ لکھنے یا لکھوانے کا کوئی حق نہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کہیں کہ مرے ہوؤں کا ذکر اچھے انداز میں کرنا چاہیئے تو جناب تاریخ تو مرے ہوؤں کے اعمال و کردار ہی کے ذکر سے بھری ہوئی ہے اگر ہم نے مرے ہوؤں کے ذکر سے زبان بند کر لی تو تاریخ نویسی

کیسے ہو گی۔ کاش آج حمید نظامی ہوتے تو آپ کو بتاتے کہ داؤد غزنوی کا رول کیا تھا ؎

کسی بتکدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی ہری ہری

دیانت و امانت اور کریکٹر کے اعتبار سے داؤد غزنوی تو خضر حیات ٹوانہ کے جوتے سیدھے کرنے کے اہل نہ تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء)

فہرست ممبران (ایم۔ایل۔اے) مرکزی اسمبلی انڈیا

بنگال مسلم لیگ کو کل ووٹ نوے ہزار گیارہ اور نیشنلسٹ گاندھی بھگت مسلمانوں کو صرف پانچ ہزار پانچ سو تیس ووٹ ملے۔ یعنی کل ووٹوں کے پانچ فیصد۔ اس مرتبہ مرکزی اسمبلی کی کل مسلم نشستوں کی تعداد اکتیس ۳۱ تھی وہ سب نشستیں مسلم لیگ نے جیت لیں۔

ان میں سے نو نشستیں بلا مقابلہ مسلم لیگ نے حاصل کرلیں۔ تیرا حلقوں میں مخالفین لیگ کی ضمانتیں ضبط ہوگئیں۔ یہ وہ بنگال ہے جس کو ہم لوگوں نے نظریہ پاکستان کو اپنے قومی نصاب تعلیم سے غائب کرکے گاندھی کی واردھا تعلیمی سکیم کو پاکستان کے تعلیمی اداروں میں رائج کرکے مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بنا دیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد پاکستان کے دشمن ملک نظریہ پاکستان کو نئی نسل کے دماغ سے محو کرنے کے لیئے اربوں روپے ہر سال خرچ کررہے ہیں۔ محب وطن پاکستانی اور ہمارا قومی پریس خاص کر روزنامہ نوائے وقت ہر بار حکومت کو ان ملک دشمن عناصر کی نشاندہی کرتا ہے لیکن حکومت نے ابھی تک کوئی حکمت عملی نہیں دکھائی اور نہ ہی محکمہ تعلیم پاکستان سے ملک دشمن اور نظریہ پاکستان کی مخالفت لابی کا کوئی انسداد ہوا ہے۔

اب فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

صوبہ مدراس

صوبہ مدراس سے درج ذیل امیدوار مرکزی اسمبلی انڈیا کے ممبر منتخب ہوئے۔ یہ الیکشن دسمبر ۱۹۴۵ء میں ہوا ۱۔ حاجی اسحاق سیٹھ ۲۔ کے ایم رحمت اللہ۔

۳۔ مسٹر جمال محی الدین بلا مقابلہ

صوبہ پنجاب

۱۔ مولانا ظفر علیخان ۲۔ حافظ محمد عبداللہ ۳۔ مخدوم حاجی شیر شاہ بلا مقابلہ

۴۔ سید عابد حسین ۵۔ سر مہر شاہ بلا مقابلہ

صوبہ بہار و اڑیسہ

۱۔ خان بہادر حبیب الرحمٰن خان ۲۔ مسٹر محمد نعمان بلا مقابلہ ۳۔ چوہدری عابد حسین بلا مقابلہ ۴۔ نواب نذیر بلا مقابلہ

صوبہ آسام

۱۔ علی

صوبہ سی پی

۱۔ نواب صدیق علی خان بلا مقابلہ

بمبئی

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح ۲۔ مسٹر احمد ہارون جعفر ۳۔ ایم ایم تلعدار بلا مقابلہ

صوبہ جات متحدہ

۱۔ نواب محمد اسماعیل خاں ۲۔ راجہ صاحب محمود آباد ۳۔ سر محمد یامین خاں ، ۴۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں ، ۵۔ سر ضیاالدین احمد ۶۔ خان بہادر غضنفر اللہ

بنگال

۱۔ عبدالرحمٰن صدیقی ۲۔ سر حسان سہروردی ۳۔ عبدالحمید شاہ ۴۔ حاجی چوہدری محمد اسماعیل خاں ۵۔ مولوی تمیز الدین خاں ۶۔ ایس رفیع الدین احمد صدیقی

صوبہ سندھ

۱۔ یوسف ہارون بلامقابلہ ۲۔ مسٹر راشد بلامقابلہ دروز نامہ نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۶ء

صوبہ سرحد

صوبہ سرحد میں حکومت برطانیہ نے ۶ جولائی ۱۹۴۷ء میں ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے معلوم کی آیا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا آزاد پختونستان میں ۔ اسلامیانِ صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں نے ۸۳ فیصد ووٹ پاکستان کے حق میں ڈالکر خان برادرانِ خدائی خدمت گار اور کانگرسی مسلمانوں یعنی مفتی محمود وغیرہ کا زعم خاک میں ملا دیا ۔ یہ تھی برکت ملتِ اسلامیہ کے نظریاتی اور عقائد کے اتحاد کی ۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی ہمارے تعلیمی اداروں میں نظریہ پاکستان یعنی وہ نظریہ جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مہاجرین اور

انصار کے درمیان اسلامی بھائی چارہ قائم کر کے پیش کیا ۔ قبائلی ، نسلی ، وطنی بت توڑ کر دنیا کے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرما کر اس نظریہ کی تصدیق فرما دی کہ

(اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ ۔ ۴/۱۴۴)

اب بھی حکومت پاکستان کو اپنے تعلیمی اداروں میں دو قومی نظریہ یعنی حضرت علامہ اقبال حکیم الامت اور حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار و کردار کو مشعل راہ بنا کر نئی نسل کے دماغ میں اسے راسخ کرنا چاہیئے اور مسلم لیگ کی قومی جدوجہد آزادی کی تاریخ کے صحیح خدوخال ۱۹۰۶ء سے ۱۹۴۷ء تک لازمی قرار دینے چاہئیں اور ان اکابرین کی سوانح حیات کا خاکہ نصاب تعلیم میں شامل کرنا چاہیئے اور اس کے علاوہ ہمارے ان اکابرین مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے افکار و کردار کے تذکرے بھی قومی نصاب تعلیم میں شامل کرنے چاہئیں اور ان اداروں کے مختصر کردار اور قومی جدوجہد میں جو انہوں نے نمایاں حصہ لیا ہے یعنی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور اسکے اساتذہ ۱۔ ڈاکٹر ضیاالدین احمد وائس چانسلر ۲۔ پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور ۳۔ پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری انچارج شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ۔

اسلامیہ کالج لاہور ، اسلامیہ کالج امرتسر ، منظر العلوم بریلی شریف ، دارالعلوم نعیمی مراد آبادی ۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور ۔

تحریک پاکستان کے موافق و مخالف اداروں و شخصیات کی تفصیلی فہرست راقم کی تصنیف " منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے " کی دوسری جلد میں دی گئی ہے ۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

کراچی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم
نے اپنی انگریزی کتاب "علماء اور سیاسیات" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء میں امام احمد رضا
کا ذکر کیا ہے (صفحہ ۲۷۵) اور لکھا ہے کہ وہ دوقومی نظریہ کے حامی تھے۔ ڈاکٹر صاحب
مرحوم نے جب تحریک آزادی میں علماء اہل سنت کے کردار کا مطالعہ فرمایا تو موصوف
نے کراچی کے ایک اجلاس میں (منعقدہ ۶۵ر فروری ۱۹۷۱ء) برملا یہ اعتراف حقیقت
فرمایا:۔

جب میں اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ
جو کچھ تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے۔
(ماہنامہ فیضان لاہور شمارہ مارچ ۱۹۷۸ء ص ۳۱)

تخیل پاکستان کی منزل بہ منزل داستان

سید نور محمد قادری لکھتے ہیں:۔
کہ منشی عبدالرحمٰن خاں اپنی تصنیف "تعمیر پاکستان اور علماء ربانی کے دیباچہ
احوال واقعی میں تحریر فرماتے ہیں۔ سیرت اشرف کی تالیف کے دوران یہ

راز کھلا کہ پاکستان کا ابتدائی تخیل علامہ اقبالؒ کا نہیں تھا بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی
کا تھا اس کی خبر جب ارباب علم و ذوق کو ہوئی تو انہوں نے اصرار کیا کہ اس تاریخی راز
کو سیرت کی اشاعت تک پردہ اخفا میں نہیں رہنا چاہیئے اسے الگ رسالہ کی صورت
میں شائع کر دیا جائے تاکہ ایک تاریخی غلط فہمی دور ہو جائے مگر حضرت تھانوی
کے بعض خلفاء نے نہایت نیک نیتی کے ساتھ اس تقاضا کی مخالفت کی کہ اس
انکشاف کی اشاعت سے علامہ اقبالؒ کے عقیدت مندوں کو روحانی صدمہ پہنچے گا۔
چونکہ اس راز کا مزید اخفا ایک قسم کی تاریخی بددیانتی تھی اس لیے کتاب
ہذا کے دوسرے باب میں (تخیل پاکستان) کو ماہ جون ۱۹۵۹ء میں پمفلٹ
کی صورت میں شائع کر دیا گیا۔ (منشی عبدالرحمٰن خاں تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی،
مطبوعہ الشاء پریس لاہور۔ ص ۱۸/۱۷)

تحریک پاکستان اور علمائے ربانی کے مندرجہ بالا اقتباسات پڑھ کر میں کئی
گھنٹے اسی شش و پنج میں رہا کہ یہ سطور منشی صاحب کی کتاب میں کیسے جگہ پاگئیں
اس موقع پر اگر میں یہ کہوں کہ منشی صاحب اس حقیقت سے بے خبر تھے
کہ علیحدہ مسلم مملکت کا تخیل ۱۸۹۰ء میں مشہور ادیب و نقاد مولانا عبدالحلیم شرر
پیش کر چکے تھے تو جی نہیں مانتا کیوں میری اطلاع کے مطابق منشی عبدالرحمٰن
خاں صاحب ایک وسیع المطالعہ بزرگ ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے
مولانا تھانوی سے عشق کی حد تک عقیدت سے مجبور ہو کر ایسی بات ان
سے منسوب کر دی ہو جو مولانا تھانوی کے بچپن ہی پریس میں آچکی ہو اور
میرا یہ گمان کوئی بعید از قیاس بھی نہیں "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند" کا
افسانہ ہر زمانہ میں دہرایا جاتا ہے اور دہرایا جاتا رہے گا۔

یہ بھی صریحاً غلط ہے کہ حضرت علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں علیحدہ مسلم مملکت کا تخیل یا تجویز یا اس کا تصور پہلی بار پیش کیا تھا اور نہ ہی انہوں نے اور اُن کے عقیدت مندوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا ہے اگر کسی نے کوئی ایسا کیا ہے تو کم علمی کی بنا پر کیا ہے۔ حضرت علامہ کی اس تخیل کے تاریخی تناظر پر نظر تھی ہاں کافی غور و فکر کے بعد وہ بھی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت صرف ایک علیحدہ مسلم مملکت ہی سے ہو سکتی ہے خطبہ الٰہ آباد اور اس خطبہ سے پہلے اور بعد کی کئی تحریروں میں انہوں نے اس تصور اور تجویز کو مسلمانوں کی تکالیف و مصائب کے حتمی اور آخری علاج کے طور پر پیش کیا ہے۔

(اس سلسلہ میں ہم آگے ایک حوالہ پیش کر رہے ہیں) (قادری)

چونکہ حضرت علامہ ہی کی ذاتِ گرامی اس زمانہ میں ایک ایسی ہستی تھی جس پر تمام مسلمانانِ ہند (باستثنائے چند) کو اعتماد تھا اور ان کی دینی و سیاسی بصیرت کے معترف تھے اور معتقد تھے اسلیئے جب انہوں نے بھی الٰہ آباد میں یہی علاج تجویز کیا تو عامۃ المسلمین نے (سوائے چند ناعاقبت اندیشوں کے) صدقِ دل سے اسے حرزِ جاں بنا لیا اور ملت کا قافلہ اپنی منزل کی طرف پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ رواں دواں ہو گیا پھر جلد ہی اس قافلہ کی باگ ڈور عصرِ حاضر کے ایک عظیم ترین مسلمان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی جنہوں نے اپنی دینی و سیاسی بصیرت اور ملی حمیت و غیرت سے کام لیکر "حدی" کو تیز تر کر دیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو یہ قافلہ کانگرسی علما اور نیشلسٹ مسلمانوں کی بیہودہ خواہشوں اور آرزؤں کو پامال کرتا ہوا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

عام طور پر مشہور ہے کہ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں علیحدہ مملکت کا تخیل پیش کیا تھا حالانکہ وہ اس تخیل کو ۱۹۱۱ء میں آل انڈیا رپورٹ میں شامل ایک مضمون "مسلم سول لائی زیشن" میں پیش کر چکے تھے۔

اگر حضرت علامہ ہی کو پاکستان کے تخیل کا خالق قرار دیا جائے تو پھر بھی تحریک پاکستان اور علمائے ربانی کے مصنف کا تعمیر کیا ہوا "ہوائی قلعہ" پاش پاش ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت علامہ، حضرت تھانوی تک علیحدہ مسلم مملکت کی سوچ سے سترہ سال پہلے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کر چکے تھے۔ قادری

اب ہم ذیل میں ایک علیحدہ مسلم مملکت کے تخیل کے تدریجی ارتقاء کی داستان کو بعنوان علیحدہ مسلم مملکت کا تخیل منزل بہ منزل تفصیل سے پیش کر رہے ہیں (قادری)

قادری صاحب کا یہ مضمون ماہنامہ مہر و ماہ لاہور کے استقلال نمبر بابت ماہ جولائی، اگست ۱۹۷۸ء کے صفحہ ۲۱ سے ۲۴ تک پھیلا ہوا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ تفصیل کے لیئے ماہنامہ مہر و ماہ لاہور کے اس خاص نمبر کا مطالعہ فرمائیں یہاں میں اختصار کے ساتھ صرف اُن بزرگوں کے اسمائے گرامی اور تاریخ و ماخذ کا حوالہ نمبر پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ مختصر کتابچہ اس مضمون کا حامل نہیں ہو سکتا۔

۱۔ مولانا عبد الحلیم شرر نے ۱۸۹۰ء میں مسلمانوں کے علیحدہ وطن کا خیال ہفت روزہ مہذب کی ۲۳ اگست ۱۸۹۰ء کی اشاعت میں کیا۔

۲۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے پہلی بار ۱۹۱۱ء اور دوسری بار ۱۹۳۰ء میں علیحدہ مملکت کا تخیل پیش کیا۔

۳۔ خیری برادران ۱۹۱۷ء میں اسٹاک ہوم کی بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ اسٹاک ہوم میں ڈاکٹر عبد الجبار خیری اور اُن کے چھوٹے بھائی پروفیسر عبد الستار خیری نے ایک تحریری بیان میں برصغیر کو مسلم اور ہندو ریاستوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ پیش کیا۔

۴۔ مولانا عبد القادر بلگرامی ۱۹۲۰ء سر سید کے دور سے لے کر قرار داد پاکستان تک جتنے بھی تقسیم ملک کے منصوبے تجویزیں اور مطالبے پیش کیئے گئے۔ یہ سب سے زیادہ، واضح اور جامع سکیم تھی۔

۵۔ سردار محمد گل خاں صدر انجمن اسلامیہ ڈیرہ اسماعیل خاں نے کہا کہ ہم مسلمان تو دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تیس کروڑ ہندو جنوب کو چلے جائیں اور آٹھ کروڑ مسلمان شمال میں رہ جائیں۔

۶۔ حضرت مولانا حسرت موہانی ۱۹۲۴ء ڈاکٹر عبد السلام خورشید صاحب رقم طراز ہیں حسرت موہانی نے ۱۹۲۴ء میں مسلم اکثریتی علاقوں کی الگ ریاستیں قائم کرنے کی تجویز پیش کی

۷۔ سر آغا خاں ۱۹۲۸ء جب ہندوستان غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو جائے گا تو اسکی واحدانی غیر وفاقی حکومت نہیں ہو سکتی۔ شمال مغرب اور مشرق کے مسلمان اپنی مرضی کی آزاد ریاستیں بنائیں گے۔

۸۔ مولانا مرتضیٰ احمد میکش ۱۹۲۸ء مولانا میکش نے ۱۹۲۸ء میں مسلم سیاست پر انقلاب میں کئی پُرزور مقالے لکھے اُن کے ایک مقالہ کا عنوان مسلم ہندی کے لیئے وطن کی ضرورت ہے۔

۹۔ نواب ذوالفقار علی خاں ۱۹۲۹ء کے دسمبر میں لاہور میں کل ہند خلافت

کانفرنس زیرِ صدارت نواب محمد اسمٰعیل خاں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی مجلسِ استقبالیہ کے چیئرمین کی حیثیت سے نوابزادہ ذوالفقار علی خاں نے اپنے خطبہ میں علیحدہ وطن کا ذکر کیا اور کہا کہ مسلمانوں کو اپنے لیئے الگ خطہ ارض اور علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ حضرت حکیم الامت علامہ اقبال :۔ اس صدی کے سب سے بڑے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب سے بڑے مردِ مومن حضرت علامہ اقبال نے علیحدہ مسلم مملکت کی اس تجویز اور مطالبہ کو اپنے خطبہ آلہ آباد میں اس طرح سائنٹیفک انداز میں پیش کیا کہ یہ مطالبہ مسلمان قوم کے لیئے آیئڈیالوجی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہ ہے تخیل پاکستان کی منزل بہ منزل داستان۔

(ماہ نامہ مہر و ماہ بابت ماہ جولائی اگست ۱۹۷۸ء) ص۱

حضرت علامہ اقبالؒ حکیم الامت نے جس وقت دو قومی نظریہ پیش کیا اس وقت سارا عالمِ اسلام کسی نہ کسی صورت میں سامراجی طاقتوں کا محکوم تھا۔ حضرت علامہ اقبالؒ کے دل میں سب سے بڑی لگن یہ تھی کہ عالمِ اسلام سامراجی طاقتوں کی محکومی سے آزاد ہو۔ یہی جذبہ اُن کے فلسفۂ خودی کا محرک تھا جس کو انہوں نے اسلامی رنگ میں پیش کیا۔ حضرت علامہ اقبال نے اسی جذبہ کے ماتحت اپنی مخصوص راہ نکالی چونکہ اُن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی امت سے عشق تھا اسلیئے انہوں نے مسلمانوں کی غلامی کے سارے مظاہر کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی۔ علامہ اقبال نے انگریز کی غلامی اور ہندو کی بنیا بدھی کو مسلمان کے لیئے ننگ سمجھا لیکن مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی اور اُن کے رفقاء

انگریز اور ہندو کے مروّجہ فلسفۂ انحطاطی نظریہ کے حامی تھے۔ اور وہ اپنے نظریہ کو ہندو اور انگریز کی غلامی میں پھلتا پھولتا دیکھ رہے تھے۔ اسی لیئے انہوں نے برصغیر کے سوادِ اعظم کا ساتھ چھوڑ کر انگریز اور ہندو کی غلامی کو ترجیح دی، علامہ اقبالؒ اور قائدِ اعظمؒ اور دس کروڑ اسلامیانِ برصغیر کو گم گشتہ راہ کہہ کر انگریز کی غلامی پر خوش ہو گئے۔ ملاحظہ فرمایئں اشرف الافادات پر تبصرہ ماہنامہ فیض الاسلام بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۴۴۔

★ افاداتِ اشرفیہ کا دوسرا رُخ یعنی اشرف الافادات

مؤلفہ مولانا عبدالاحد سورتی

یہ کتابچہ پہلے شعبہ نشر و اشاعت مرکزیہ جمعیۃ العلمائے ہند نے دہلی سے شائع کیا تھا۔ پیشِ نظر کتابچہ اس کا عکسی ایڈیشن ہے جو لاہور میں تیار ہوا ہے اس کے سرورق کے یہ الفاظ افاداتِ اشرفیہ کا دوسرا رُخ کہہ رہے ہیں مولانا تھانوی کے افادات کا ایک پہلا رُخ بھی ہے اور یہ دو رُخ۔ دو رُخ اسی وجہ سے ہیں کہ آپس میں متضاد ہیں متضاد نہ ہوتے تو ایک ہی رُخ ہوتا اب اس تضاد کا حل یا تطبیق وہی لوگ کر سکتے ہیں جو محرمانِ دردل خانہ کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

پہلا رُخ جیسا کہ اخبارات کے خاص نمبروں میں شائع ہوتا رہا ہے یہ ہے مولانا تھانوی کے نزدیک قائدِ اعظم (ان کے کشف یا رویا کی روشنی میں) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی مجالس میں پسندیدہ اور مسلم لیگ کی تحریک برحق ہے چنانچہ مولانا نے اپنے اہم خلفاء کو اسکی تائید کیلیے کام کرنیکا حکم دیا۔

اور اس دوسرے رُخ میں اس قسم کی گل افشانیاں جمع کر دی گئی ہیں:۔

اصول شرعیہ و قواعد عقلیہ سے یہ جماعت (مسلم لیگ) غیر اسلامی جماعت ثابت ہوتی ہے۔ صہ ٦

موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سوادِ اعظم تسلیم نہیں کی جا سکتی صہ ٨

اس کے ارکان اوصاف حسنہ..... سے موصوف نہیں..... جس جماعت میں زندیقوں اور دہریوں کی بھرمار ہو اور جس کے اربابِ بست و کشاد کی سرشت میں مغربی تہذیب اور مغربی تمدن اور مغربی معاشرت طبیعت ثانیہ بن چکی ہو وہ اسلامی جماعت اور شرعی تنظیم کیسے قرار دی جا سکتی ہے؟

لیڈرانِ قوم خود ہی محتاجِ اصلاح ہیں دوسروں کی اصلاح کیا کرینگے۔ صدا

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند

ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویران کنند

اگر بلی حاکم اور کتا وزیر اور چوہا دیوان کر دیا جاتے تو یہ ارکانِ دولت ملک کو ویران کر دیں گے۔ آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں۔ نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی سما گئی ہے حالانکہ یہ سب باتیں ظلماتی ہیں۔ صد۱۱

اذا کان الغراب دلیل قوم لیہدیہم طریق الھالکینا ۔ جب کسی قوم کا قائد کوا ہو تو ان کو ہلاکت کا راستہ بتائے گا۔ صہ ١٢

بہرحال اقوام علماء و صلحاء سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موجودہ لیگ اسلامی جماعت و شرعی تنظیم اور سوادِ اعظم کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں۔ صہ ١٤

اور بھی اس مفہوم کے کئی ملفوظ مولانا تھانوی کے حوالے سے نقل کیے
گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا گنگوہی کے حوالے سے سرسید
پر بھی خوب خوب برسے۔ واللہ علم بالصواب (ایسی کتابوں اور مصنفین
کا حساب کیا جانا چاہیے۔ جس سے قائداعظم کی شخصیت اور ان کے کردار پر
زد پڑتی ہو۔ (ایڈیٹر) (ماہنامہ فیض الاسلام) بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۸ء صہ ۴۸

منشی عبدالرحمن صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی کی سیرت
کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرما لیا ہوگا۔ یہ اُس وقت کے دور کی داستان ہے
جب سرسید، مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے رفقاء اور
علامہ اقبالؒ کی روشن کردہ مشعل لے کر حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ ہماری
اندھیری راہوں کو روشن کرنے کی جان سوز کوشش کر رہے تھے اور دوسری
طرف نیشنلسٹ علماء قوم کے مفاد کو پسِ پشت ڈال کر ہماری اُمید کے اس
آخری چراغ کو پھونکوں سے بجھانے کا جتن کر رہے تھے۔ جس میں
اس طائفہ نے مُنہ کی کھائی اور حضرت علامہ اقبال کو آخر یہ کہنا پڑا ؎

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

متحدہ قومیت کے بارے میں مہاتما گاندھی لکھتے ہیں

آج مسلمانوں کی الگ تہذیب ہے اور ہندوؤں کی الگ۔ ان دونوں تہذیبوں کے
امتزاج سے متحدہ قومیت کی تہذیب مرتب ہو گئی۔

(ہریجن مورخہ ۲۹/۲/۴۸ بحوالہ اسٹیٹسمین) (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری جبیب احمد)

کانگرس کے شعبہ اسلامیات کے معتمد ڈاکٹر اشرف صاحب اس کی تشریح میں یوں
رطب اللسان ہیں۔

اس اعتبار سے ہم آج ایک نئے اور زندہ تمدن کی تعمیر میں مصروف ہیں
سیاسی اور سماجی جدوجہد اس نئے تمدن کا پیش خیمہ ہے۔
(الجمعیۃ رجب ۱۳۵۶ھ) (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری جبیب احمد)

اب چونکہ ہم متحدہ قومیت کے بارے میں اپنے قارئین کو معلومات فراہم
کر رہے ہیں جن میں سرفہرست ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی ہیں۔ تاریخ تحریک
پاکستان کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو
جاتی ہے کہ تحریک سید احمد بریلوی کے ظہور کے بعد اسلامیان برصغیر دو گروہوں
میں الگ الگ تقسیم ہو گئے۔ ایک دوسرے سے ایسے منہ پھیر گئے کہ گویا
ان میں کوئی چیز وجہ جامعیت تھی ہی نہیں تحریک سید احمد شہید انگریز کا پیدا کردہ وہ
فتنہ تھی جس نے اتحاد بین المسلمین کو مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم
کر کے ہند میں انگریز سرکار کے ہاتھ مضبوط کیے اور ہند کے آخری مسلمان فرمانروا
بہادر شاہ ظفر کے خلاف انگریز کی مدد کی حتیٰ کہ مساجد میں بہادر شاہ ظفر کے مقرر
کردہ اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ رئیس احمد جعفری لکھتے
ہیں۔

"دلی میں وہابی مولویوں کا گروہ بہادر شاہ کو بڑا بدعتی جانتا تھا۔ اور ان
مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا تھا۔ جن میں بادشاہ کی طرف سے
امام مقرر ہوتا تھا۔

(بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری صہ ۹۷۶)

سید احمد بریلوی کے مقلدین و معتقدین نے صرف بہادر شاہ کے اختلاف پر
ہی اکتفا نہ کیا بلکہ مجاہدین جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے خلاف انگریزوں کو ہر طرح کا
تحفظ دیا۔ جس کے بارے میں جناب رئیس احمد جعفری بحوالہ تاریخ عجیب
لکھتے ہیں :-

"میں بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد
کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھوں سے بچا کر اپنے
گھروں میں چھپا رکھا تھا۔" صـ ۸۰۱

(بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد از رئیس احمد جعفری)

سید احمد، مولوی اسمٰعیل احمد، مولانا رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، مولوی
محمود الحسن، مولوی حسین احمد مدنی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عبید اللہ
سندھی، کلہم ایک ہی تانی کا تانا بانا ہیں یہ لوگ ماسوا اپنے، برصغیر کے تمام مسلمانوں
کو گم گشتہ راہ سمجھتے ہیں۔ اسلئے تمام امتِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نزدیک
ان کی دشمن ہے، انگریز یعنی نصرانی، یہودی اور ہندو کافران کے دوست
ہیں۔ یہ ہندو کافر سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کو دشمن سمجھتے ہیں۔ باطل
نظریات کو اسلام مٹانے کے لیئے آیا تھا۔ اُن نظریات کو یہ عین اسلام قرار دیتے
ہیں۔ آپ نے عام طور پر دیکھا ہوگا کہ یہ لوگ اپنے دعوے کی تائید
میں ایک عجیب حربہ استعمال کرتے ہیں جب کبھی ایسا ہو کہ وہ چاروں طرف
سے گھر جائیں کوئی راہِ فرار نظر نہ آئے، جواب نہ بن پڑے یا دلائل سے
عاجز آجائیں تو اس وقت ان کے ترکش کا آخری تیر جو نکلتا ہے وہ یہ کہ فریق
مقابل سے نہایت جرأت سے بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ تم فرقہ پرست ہو۔

برطانیہ پرست ہو، انگریز کے پٹھو ہو، آزادی کے دشمن ہو اس کا زور سے
ڈھنڈورا پیٹتے ہو کہ اصل موضوع اس شور میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد کی ملک اور دین دشمنی برصغیر کے مسلمانوں پر ظاہر
ہے لیکن مولانا سعید الرحمٰن علوی مدیر میثاق لاہور نے اس رسالہ میں
ایک مقالہ بعنوان "تاریخ کی مظلوم شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد" لکھا ہے
جس میں فرماتے ہیں۔

"رہ گیا معاملہ مولانا ابوالکلام آزاد، تو وہ تاریخ کی مظلوم ترین شخصیات
میں سے ایک ہیں، بیگانوں سے کیا گلہ، اپنوں نے بھی اُن سے انصاف
نہیں کیا۔ دنیا کا کون سا الزام ہے جو ان پر نہیں لگایا گیا حتیٰ کہ اسکی
دشمنی میں ان کی قید کے زمانہ میں اسکی عفیفہ بیوی کے جنازہ پر خشت
باری کی گئی۔ اور یہ کام انہوں نے کیا اور کرایا جو مستقبل میں اسلام کے علمبردار
بن کر سامنے آرہے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری
نے اسی جنازہ کے ساتھ اس بدسلوکی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک تقریر
میں جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا اور تقسیم کے ہنگاموں میں عزتیں اجائیں
اور مال اس طرح برباد ہوئے کہ الاماں!

مولانا سعید الرحمٰن علوی صاحب اگر عقیدت اور تعصب کی عینک
اتار کر تحریکِ پاکستان میں ابوالکلام آزاد قوم پرست اور سید عطاء اللہ شاہ
بخاری قوم پرست کا معاندانہ کردار ملاحظہ فرماتے تو ابوالکلام آزاد کو
مظلوم شخصیت قرار نہ دیتے۔ یہ درست ہے کہ اسلامیانِ برصغیر نے

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر تن اور دھن
کی بازی لگائی اور دس لاکھ مسلمان شہید ہوتے، پچاس ہزار اپنا
گھر بار چھوڑ کر سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ہندوستان
سے پاکستان میں ہجرت کر آئے۔ پچھتر ہزار ہماری بہو بیٹیاں درندہ صفت
ہندو اور سکھ غنڈوں کے ہاتھ آئیں۔ اگر پاکستان کا قیام عمل میں نہ آتا تو
دس کروڑ اسلامیانِ برصغیر کی ایسی درگت بنتی کہ سقوطِ اندلس بھول جاتے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی مظلومیت کا تذکرہ مورخِ پاکستان جناب ڈاکٹر سید
معین الحق صاحب ڈائریکٹر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کی نگارشات
سے ملاحظہ فرمائیں۔

"مولانا آزاد کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ مخدوم الملک اور عبدالنبی کے
اختلافات کا ذکر کس قدر بلیغ الفاظ میں کیا ہے اور یہ اس گروہ کا اولین
اور لاینفک خاصہ ہے، سانپ بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں
گے لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کتوں
کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور
ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے یہی حال ان سگانِ
دنیا کا ہے، مخدوم الملک اور عبدالنبی کی بہت سی باتیں قابلِ گرفت
تھیں اور ان کی حب جاہ میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن علماء
پر یہ کڑی تنقید ایک ایسے "مولانا" کے قلم سے اچھی نہیں معلوم ہوتی
جو خود اپنی لیڈری قائم رکھنے کے لیئے برسوں غیر مسلموں کی قیادت
میں ان کی ہمنوائی کرتے رہے ہوں اور آخر عمر میں لاکھوں مسلمانوں

کی آبروریزی اور قتل کا تماشا دیکھنے کے بعد اسی لادینی حکومت میں جس نے
مسلمانوں کے خون سے یہ ہولی کھیلی ہو وزارت کی گدی پر براجمان رہے ہوں"
(معاشرتی و علمی تاریخ از ڈاکٹر سید معین الحق صد ۲۰۱ صد ۲۰۲)

ڈاکٹر اسرار احمد کو کوئی کیونکر سمجھائے کہ مولانا ابوالکلام آزاد ہندو کا
تنخواہ دار تھا اور متحدہ قومیت کا داعی۔ ہندو کے ملازم کو اکابرینِ تحریکِ پاکستان
پر فضیلت دینا ڈاکٹر اسرار احمد کا ہی حوصلہ ہے اگر ڈاکٹر موصوف تحریکِ پاکستان
کے لٹریچر کا مطالعہ کر لیتے تو اس عبارت کا ارتکاب ہرگز نہ کرتے۔

ڈاکٹر محمد شجاع ناموس تحریر فرماتے ہیں۔

بعض مسلمانوں کے اس وقت بھی کانگرس میں شریک ہونے کی وجوہات۔

کانگرس میں جو مسلمان اب بھی شامل ہیں ان کی شمولیت کی اور بھی چند
وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایس نیاز علی قادری نے اپنی کتاب (A Muslim's Inner Voice) میں ان کو اس طرح سے بیان کیا ہے ان کے پانچ گروپ
بنائے ہیں وہ جو کہ کانگرس کے باقاعدہ تنخواہ دار ہیں۔
قادری نے پہلے گروپ میں۔ (۱) ابوالکلام آزاد (۲) مولانا حسین احمد
مدنی (۳) مولانا کفایت اللہ اور (۴) مولانا احمد سعید کو رکھا ہے اور تحریر
کرتے ہیں کہ اور بھی بعض حضرات اس صنف میں شامل ہیں۔

یہ تو چند سربرآوردہ اشخاص کے نام ہیں۔ اس صورت میں تنخواہ دار کا
ایمان ہے جس کا کھائیے اس کا گائیے نہیں تو اگلے مہینے کی تنخواہ نہیں
ملے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمانوں کا لیڈر سمجھنا غلط فہمی ہے ہندو
کے تنخواہ دار اور مسلمانوں کے رہنما کیا معنی۔ اُن کو ہندو کا نوکر کہنا چاہیئے۔
(آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان صد ۲۱۰ صد ۲۱۱)

ڈاکٹر اسرار احمد بعنوان "دو قومی نظریہ" تحریر فرماتے ہیں ۔

یاد کیجیے! کہ انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مابین اختلاف و نزاع کی اصل بنیاد کیا تھی؟ کانگرس کے نزدیک مذہب و ملت کا معاملہ علیحدہ تھا اور قومیت کا علیحدہ، چنانچہ ہندوستان میں مذاہب بہت سے تھے لیکن ان سب کے پیروؤں پر مشتمل قوم ایک ہی تھی یعنی انڈین نیشن یا ہندی قوم جبکہ مسلم لیگ کا موقف یہ تھا کہ یہ صورت دوسرے جملہ مذاہب کے پیروؤں کے نزدیک قابل قبول ہو تو کم از کم مسلمانانِ ہند کے لیئے ہرگز قبول نہیں (ماہنامہ میثاق لاہور مورخہ فروری ۱۹۸۶ء صہ ۶۵)

نیز لکھتے ہیں:۔

عرض کیجیے جوہر اندیشہ کی گرمی کہاں
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

اسی طرح مولانا حسین احمد مدنی کے متذکرہ بالا جملے پر جو تلخ اور تیز و تند لیکن شعریت اور فصاحت و بلاغت کی معراج کے مظہر اشعار کہے تھے، علامہ سر محمد اقبال مرحوم نے وہ یہ تھے۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

یہ دوسری بات ہے کہ جب مولانا حسین احمد مدنی نے یہ وضاحت فرمائی کہ اولاً انہوں نے لفظ قوم کا استعمال کیا تھا۔ ملت کا نہیں! اور ثانیاً انہوں نے صرف موجودہ دور کی عام روش کا ذکر کیا تھا۔ نہ اسکی وکالت کی تھی نہ ہی مسلمانوں کو اس کے قبول کرنے کی تلقین کی تھی تو علامہ مرحوم نے فوراً اعتراف کیا کہ اس پر اعتراض کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے اور اپنے اشعار سے بھی رجوع کر لیا اگرچہ اُن کے کلام کے ایک جزو کی حیثیت سے یہ اشعار اب بھی شائع ہو رہے ہیں

ڈاکٹر اسرار احمد کی پُر اسرار باتیں

ڈاکٹر اسرار احمد کی پُراسرار باتیں ہر وہ شخص سمجھتا ہے جس نے فکرِ اقبال کا مطالعہ کیا ہے ڈاکٹر موصوف نے یہ مضمون لکھ کر مولانا حسین احمد مدنی کی وکالت کا حق ادا کر دیا ہے حالانکہ حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنے دوسرے خط حضرت طالوت کے نام بالکل وضاحت سے لکھ دیا ہے اور یہ شرط لگائی ہے اگر مولانا حسین احمد مدنی کا مقصود ان الفاظ سے صرف امر واقعہ کا بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے البتہ اگر اُن کا یہ مقصود تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کرلیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

میرے نزدیک ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں اور مسلمانانِ ہند کی گمراہی کا باعث ہو گا۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد صہ ۲۶۷)

ڈاکٹر صاحب آپ بھی جانتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبالؒ کے وصال کے
بعد مولانا حسین احمد مدنی نے رسالہ "متحدہ قومیت اور اسلام" لکھ کر شائع
کیا۔ حضرت علامہ کے منشور سے کو تسلیم کر لینے کی بجائے قوم و ملت کے لغوی
گورکھ دھندے کی بحث کو مولانا چھیڑ دیتے ہیں کہ میں نے تو کہا تھا کہ قومیں
وطن سے بنتی ہیں اور علامہ اقبالؒ نے لفظ ملت لکھا ہے اور لفظ ملت کو
قوم کے معنی میں عرب، فارس اور ترک نے کہیں بھی استعمال نہیں حالانکہ یہ
لفظ فارسی کی لغت مثلاً غیاث اللغات میں ملت کے معنی جماعت اور گروہ
کے بھی لکھے ہیں اور مولانا حسین احمد مدنی اپنے موقف پر قائم ہے کہ قومیں
وطن سے بنتی ہیں۔ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں جس کی تشریح میں پہلے
گاندھی کے بیان میں کر چکا ہوں۔

کانگرس کے شعبہ اسلامیات کے معتمد ڈاکٹر اشرف صاحب
اسکی تشریح میں یوں رطب اللسان ہیں۔

"اسی اعتبار سے آج ہم ایک نئے اور زندہ تمدن کی تعمیر میں مصروف
ہیں۔ ہماری سیاسی اور سماجی جدوجہد اس نئے تمدن کا پیش خیمہ ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہو گا ایسی تہذیب جو نہ
مسلمانوں کی ہو نہ ہندوؤں کی بلکہ دونوں کے امتزاج سے ایک نئی
تہذیب پیدا ہو"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد صہ ۲۸۸)

چوہدری حبیب احمد نے اپنی تصنیف تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ
علماء میں مدنی صاحب کا "متحدہ قومیت اور اسلام" حرف بحرف نقل

کر دیا ہے اور ساتھ ہی اس کے ثبوت کے لیے (کہ مولانا مدنی صاحب
کا متحدہ قومیت پر ہی خاتمہ ہوا) کافی مواد فراہم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد
صاحب تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء کا مطالعہ فرمائیں تو وہ آئندہ پاکستانی
قوم کو مشورہ نہیں دیں گے کہ علامہ مرحوم نے فوراً اعتراف کیا کہ اس پر اعتراض کا
مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ علامہ صاحب نے اپنے خط میں یہ
شرط لگائی تھی کہ اگر مدنی صاحب اپنے مؤقف سے ہٹ جائیں تو مجھے
کوئی اعتراض نہیں لیکن مدنی صاحب تو متحدہ قومیت پر جمے رہے اور
اب تک اُن اولاد اور عقیدت مند ابھی تک اسی عقیدے پر قائم ہیں اور
پاکستان میں بھی یہ لوگ چار قومیت کا ڈھنڈھورہ پیٹ رہے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت پاکستان کے مسلمانوں سے بہتر
ہے حالانکہ ان کی بھارت ماتا میں ہر روز مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے
جاتے ہیں اور اُن کی نسل کشی کی جارہی ہے اور اُن کی مسجدیں بھارت
کی حکومت جبراً ہندوؤں کو دے کر مندر بنوا رہی ہے اور یہ لوگ ابھی تک
بھارت ماتا کی جنتا بنے بیٹھے ہیں۔ چوہدری حبیب احمد لکھتے ہیں کہ

ع آب کوثر سے جو پھیلا لب گنگا پہنچا

ابو الکلام آزاد متحدہ قومیت کے نشے و جذبات سے سرشار جو الہلال
دور میں اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا کرتے تھے اسلام سے
مایوسی و بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ اسلام (رب العالمین
اور رحمۃ العالمین) کا دین عالم گیر برادری کی تشکیل کرنے میں ناکام و ناکامیاب
ہے اور حضرت والا نیشنلزم کے حیات کش اور انسانیت سوز دلدل میں

پھنستے ہیں لیکن مغربی ملحد بے دین مفکر و مؤرخ اور سیاست دان اپنی تحقیقات
اور مشاہدات کے بعد نیشنلزم کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

"نیشنلزم نوع انسانی تاریخ کا سب سے بڑا مفسدہ ہے"۔ اور اس
نتیجہ پر کہ :-

نیشنلزم نوع انسانی کی تباہی کے لیے سب سے بڑی قوت ہے

BERTRAND RUSSELL

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد صہ ۲۲۸)

چوہدری حبیب احمد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

سراب آسا تفسیر

ہم نے ہفت روزہ "اقدام" میں کہ کانگرسی دور کے ابوالکلام آزاد
نے متحدہ قومیت کے نظریہ کو تقویت بخشنے کے لیے اپنے الہلالی دور کے
نظریات سے یکسر انحراف کرکے گاندھوی اثر و رسوخ (ہندوؤں کی قوت و
طاقت مہیا کرنے کے لیے جو سراب آسا تفسیر اور فریب آمیز تشریح قرآن
پاک کی اس آیت مبارکہ کی لکھی ہے۔ تفصیل سے لکھا تھا کہ وہ انسان کو قرآنی
مفہوم و روح سے کوسوں دور لے جاتی ہے ہم اس مقام پر اپنے ناظرین
کرام کی خدمت میں پیش کرکے انصاف کے طالب ہیں۔

مولانا آزاد کا گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"جو لوگ (پیغمبر اسلام) ایمان لاچکے ہیں وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی

ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو اور کسی گروہ بندی میں سے ہو) لیکن جو کوئی
بھی خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے اعمال اچھے ہوئے
تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اسکے
لیے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

یہ ہم نے ترجمان القرآن کے صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ سے حرف بحرف
نقل کیا ہے اور اس جلد سے ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء کی تاریخ ملتی ہے اس
جلد میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔

ترجمہ کے الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیے یا وہ لوگ ہوں جو یہودی
ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ختم المرسلینی پر ایمان و اقرار ضروری نہیں۔ یہ ظاہر کرنے
سے ہماری مراد صرف یہ ہے کہ آزاد نے ایمان بالرسالت کو ضروری قرار
نہیں دیا۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء صہ ۲۲۳)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب! یہ ہیں وہ ابوالکلام آزاد جسکو آپ
نے تاریخ کی مظلوم شخصیت قرار دیا ہے جمعیت العلمائے ہند جو گویا شیخ الہند
کے فکر کی حامل جماعت تھی کا حشر بھی مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ہوا
یہ لوگ گاندھی کے سحر میں ایسے گرفتار ہوئے کہ انہوں نے اکبر کے دین الٰہی
کی یاد دوبارہ تازہ کر دی۔

مولانا غلام مہر علی گولڑوی اپنی تصنیف "دیوبندی مذہب" میں
ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

حقیقت ہے کہ جمعیت علمائے ہند احرار، خاکسار، خدائی خدمت گار اور
جمعیت اسلامی جیسی فرقہ پرست جماعتوں نے تحریک پاکستان کو ہندو سے بڑھکر
نقصان پہنچایا۔ لیکن ۱۹۴۵ء کے الیکشن نے ان گاندھی بھگت ملاؤں کا غرور
خاک میں ملایا جب قومی اسمبلی کی تیس کی تیس نشستیں مسلم لیگ کے امیدواروں نے
حاصل کرلیں جس میں مسلم لیگ کے نو امیدوار بلا مقابلہ کامیاب ہوئے تیرہ قوم پرست
ملاؤں کی ضمانتیں ضبط ہوئیں اور باقی مسلم لیگی امیدوار
بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتے لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ دیوبند کی شیخ الاسلامی
مہاتما گاندھی کے کام نہ آسکی۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں کے مقابلے میں دیوبندی
امیدوار محمد احمد کاظمی نشیلسٹ بری طرح ناکام ہوا۔ اسلامیان برصغیر نے جو گاندھی بھگت
ملاؤں کو سو فیصد ووٹ حاصل کرکے بری طرح ناکام کیا۔ اسکی مثال تاریخ میں نہیں
ملتی۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی مزید لکھتے ہیں۔

منظم جماعت اور بیعت کی بنیاد پر انقلابی جماعت کی تشکیل کی فکر

اس دور میں حضرت شیخ الہند کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے جس کی پشت
پر حضرت الامام الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اور حضرت الامیر السید احمد بریلوی کا
طریقہ کار تھا یعنی ایک انقلابی جماعت کی تشکیل جو بیعت کی بنیاد پر تیار ہو۔
مزید تحریر کرتے ہیں کہ شیخ الہند کی اس حیثیت کو مولانا احمد رضا خان رح

کے گھرانے کے علاوہ ہندوستان کی ہر علمی تحریک و شخصیت تسلیم کرتی تھی لیکن ان کی محنت
کا حال بتلاتا تھا۔ جنہیں شیخ الہند چاہتے تھے وہ معاصرت کا شکار ہو کر رہ گئے اور
ملک گیر سطح پر یہ منصوبہ پروان نہ چڑھ سکا۔

(ماہنامہ میثاق لاہور صہ۱۸ اور صہ۱۹)

مخالفین پاکستان بالخصوص دیوبندی مکتب فکر کے مؤرخین اور قلمکار تاریخ
پاکستان میں تحریف کرنے اور من گھڑت افسانے پاکستانی قوم کے سامنے پیش
کرنے کے لیے قسم کھائے بیٹھے ہیں اب یہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن بقول
مؤرخ پاکستان ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، مولوی محمود الحسن نے دیوبندی
فکر کے علماء کی دھوتی مہاتما گاندھی کی لنگوٹی سے باندھی اور پھر اس طائفہ نے
پیچھے مڑ کر نہ دیکھا کہ کہاں سے آئے تھے اور کہاں جا رہے ہیں اور مولانا ابوالکلام
آزاد تو سحر گاندھی میں ایسے اسیر ہوئے کہ کعبہ سے منہ موڑ کر وار دھا کے
الہامات پر ایمان لے آئے تحریک خلافت میں شامل اکابرین اسلامیان برصغیر
نے ان دونوں گاندھی بھگتوں کا جب یہ عمل دیکھا کہ یہ کعبہ سے منہ موڑ کر گاندھی
جی کے الہامات پر یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں سے اخوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو ترک کرنے کے لیے کہتے ہیں اور بھارت ماتا کی قوم پرستی یعنی بھارت ماتا کا بت
پوجنے کا مشورہ دیتے ہیں تو سوائے چند گاندھی بھگتوں کے اسلامیان برصغیر نے
ان کا ساتھ چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی۔

افضل حق احراری لکھتے ہیں کہ سنی اور وہابی دست و گریبان ہوتے احرار
کے موجودہ گروہ نے دلچسپی نہیں لی تاہم مجلس خلافت پنجاب کے طبقہ اولیٰ میں
وہابی عنصر زیادہ تھا مولانا محمد علی اور مولانا آزاد کی چشمک میں وہ مولانا آزاد کا حامی

تھا۔ اُن کی سرگرمیوں نے سب کو ملوث کر لیا۔ ہمارے گروہ میں کچھ دو دلی کا
جاتی تھی۔ اس دو دلی میں علم و اعتقاد کی جنگ تھی۔ (تاریخ احرار صہ ۱۸)

یعنی حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے در
جب چھٹی تو حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی حضرت مولانا محمد علی جوہر، حضرت مو
شوکت علی، حضرت مولانا حسرت موہانی، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت
خواجہ قمرالدین سیالوی، خلافت سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور انہی
ساتھ تمام سوادِ اعظم مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔ امام الہند اور ان کا طائفہ گاندھی بھگت
تعلیں بجاتے ہوئے ہندو کانگرس میں شامل رہے اور گاندھی کی قوم پرست
تحریک پر ایمان لائے۔

دیکھا آپ نے مولانا سعید الرحمٰن علوی کے دروغِ قلم کا کرشمہ کہ وہ دن کے
اجالے میں بڑی ڈھٹائی سے تاریخ کے رُخِ زیبا پر سیاہی مل رہے ہیں اور سوادِ
کے سالارِ قافلہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو اسلامیانِ برصغیر
پاک و ہند مجدد مانتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے کس بے جگری سے کہتے ہیں کہ
کا ایک خاندان مولوی احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمود الحسن دیوبندی قو
پرست کانگرس کی تحریک میں شامل نہ ہوا۔ تاریخِ تحریک پاکستان شاہد ہے
کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب قلم اٹھایا تو صداقت کو
ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ہمیشہ جب کوئی فیصلہ کیا تو اسلامیانِ برصغیر کے حقوق اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ متین کو مدِ نظر رکھا۔

جب انگریز نے برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا تو اس نے جائزہ
لیا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے اور یہ لوگ صحیح العقیدہ صاحب

سیف سنی حنفی مسلک حقہ کے مسلمان ہیں تو اُس نے اِن کی طاقت کا اندازہ کرتے
ہوئے یہاں چند دین فروش ملاؤں کا انتخاب کیا۔ سات سمندر پار سے سفید چمڑی
والے ریا کار مکار انگریز نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ زخمی شیر ایک دن پھر ہمارے مقابلہ کے
لیے میدانِ کارزار میں اترے گا اور ایشیائی اسلامی طاقتیں اس کی پشت پناہی کریں گی
لہٰذا اس نے اپنے سدھائے ہوئے طائران جو خارجی فکر و نظر پر ایمان لا چکے تھے
کی ٹولی تیار کر کے صوبہ سرحد بھیج دی، جن کے سرخیل مولوی سید احمد، اور مولوی
اسمٰعیل دہلوی تھے۔ انہوں نے صوبہ سرحد میں جا کر جہاد کے نام پر فساد پھیلا کر چند شب
خون سکھوں پر مارے اور سرحد کے صحیح العقیدہ سُنی مسلمانوں کا ناحق خون بہایا۔ یہ ہے
فلسفہ جہاد اور تحریکِ نظم جماعت کیونکہ اسلامیانِ برصغیر نے نہ انگریز کے در پر ہاتھ
پھیلائے اور نہ ہی گاندھی کی چوکھٹ پر جبہ سائی کی۔ انگریز نے مسلمانوں میں افتراق
ڈالنے اور اس کی صحیح اور سنہری تاریخ کو مسخ کرنے میں کروڑوں روپے پانی کی
طرح بہا دیئے۔ لیکن ان چند گاندھی بھگت ملاؤں کے علاوہ کوئی مسلمان اِن کے
دام ہم رنگِ زمین میں نہ آیا۔ یہی خارجیوں کی منڈلی بعد میں انگریز سے ناطہ توڑ کر
مہاتما گاندھی کی وار دھا سے جوڑنے لگی اور تحریکِ نظم جماعت کا طوق مسلمانوں
کے گلے میں ڈالنے لگی۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی کی نظمِ جماعت کے قیام کی کہانی مولانا
ابوالکلام آزاد کی زبانی سنیئے:۔

نظم جماعت کے قیام کی کوشش

مولانا ابوالکلام آزاد قوم پرست کانگرسی تحریر کرتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول
کے لیے ۱۹۱۴ء میں مولانا بعض علماء سے خود ملے اور بعض کے پاس مولانا عبید اللہ سندھی

مرحوم کو بھیجا لیکن علمائے وقت نے عام طور پر اس مسئلے کی اہمیت کو نہیں سمجھا اور
اعتراض وانکار سے کام لیا البتہ جب مولانا آزاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن
دیوبندی سے ملاقاتی ہوئے اور انھیں عزائم و مقاصد کی طرف توجہ دلائی تو حضرت
مرحوم نے پہلی ہی صحبت میں اس سے کامل اتفاق ظاہر فرمایا۔ ترجمان القرآن میں سورۂ
توبہ کی ایک آیت پر نوٹ فرما لیتے ہیں :

۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ مجھے خیال ہوا ہندوستان کے علماء و مشائخ کو عزائم
و مقاصد وقت پر توجہ دلاؤں۔ ممکن ہے چند اصحاب رشد و عمل کے میدان میں نکل آئیں۔ چنانچہ
میں نے اسکی کوشش کی لیکن ایک شخصیت کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد سب کا متفقہ
جواب یہی تھا کہ یہ دعوت ایک فتنہ ہے۔ ائذن لی ولا تفتنی۔ یہ مستثنیٰ شخصیت
مولانا محمود حسن دیوبندی کی تھی جو اب رحمتِ الٰہی کے جوار میں پہنچ چکی ہے۔

مولانا محی الدین قصوری کے نام ایک خط میں بھی مولانا نے اپنی ان کوششوں اور علماء
سے اپنی ملاقاتوں اور ان کے مایوس کن جواب کی طرف اشارہ فرمایا ہے لکھتے ہیں۔

۱۹۱۴ء میں جب میں نے ہندوستان کے بعض اکابر علماء و مشائخ کو عزم و
سعی کی دعوت دی، بعض سے خود ملا اور بعض کے پاس مولوی عبید اللہ سندھی کو
بھیجا تو اکثر نے بعینہٖ یہی بات کہی تھی جو آپ کہہ رہے ہیں بعض علماء و مشائخ کی اتنی
بڑی تعداد ملک میں موجود ہے کسی نے بھی آج تک یہ دعوت نہیں دی اب سواد اعظم
کے خلاف یہ قدم کیوں اٹھایا جا رہا ہے (تحریک نظم جماعت از مولانا ابوالکلام آزاد صد ۵۳)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

نیز لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند کے علاوہ ایک شخصیت مولانا عبد الباری فرنگی محلی

کی تھی جو صوبہ یوپی میں ہزارہا لوگوں کے مرکزِ عقیدت اور مرجع و مطاع کی حیثیت
رکھتی تھی مولانا محمد علی اور حسرت موہانی اس خانقاہ کے حلقہ بگوشوں میں سے تھے
مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کے اسی زمانے میں ان سے بہت اچھے روابط تھے۔
پیشِ نظر مقاصد کے لیے ضروری تھا کہ ان کی طرف سے معاملے کو صاف کر لیا جائے
مولانا ملیح آبادی لکھتے ہیں :-

اب مولانا عبد الباری صاحب سے نپٹنا تھا۔ مولانا سے میرے گہرے
تعلقات تھے اور اندیشہ تھا کہ میری اس مہم کا حال معلوم ہو گا۔ تو مجھے نہ جانے کتنا برا
سمجھیں گے مگر جب بات چیت ہوئی تو خندہ پیشانی سے کہنے لگے۔
مولانا آزاد کے سوا کسی اور کا نام امامت کے لیئے لینا قوم سے غداری ہے
مجھے خوشی ہے کہ آپ نے شیخ الہند سے معاملہ صاف کر لیا۔ اور میں پہلا آدمی ہوں
جو مولانا آزاد کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ ہمیں ہندوستان آزاد کرانا ہے اور اسلامی
دنیا کو انگریز کے چنگل سے نکالنا ہے بس ایک نکٹے بچے حبشی غلام کو بھی سردار
مان لوں گا اگر انگریز سے جہاد کرے اور انگریز سے لڑے۔

حضرت مولانا فرنگی محلی کے یہ جذباتِ صالحہ و صادقہ تھے لیکن ملیح آبادی
کی نظر ان کے مزاج و فکر کے پیچ و خم اور گرد و پیش کے اصحاب اغراض پر بھی تھی
اسلیئے ان کے نزدیک صرف یہ گفتگو کافی نہ تھی کوئی ایسی صورت بھی ہونی چاہیئے تھی کہ
اس رائے سے ان کے ہٹنے کا امکان کم سے کم رہ جائے گا۔ ملیح آبادی لکھتے ہیں :-

مگر میں جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ جانتا تھا مولانا گیتہ آزادی سے بڑی جشمک
ہے گو ظاہری محبت و خلوص کی کمی نہیں۔ میں نے درخواست کی کہ اپنا جواب تحریر کی صورت
میں لے آئیں۔

ایک تاریخی تحریر

مولانا فرنگی محلی نے حسبِ ذیل تحریر لکھ دی لیکن تحریر میں جذبات و اخلاص کی وہ شدت نہیں جو گفتگو میں ہے ۔ نیز تحریر اہلِ دل سے خالی نہیں تحریر یہ ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً ۔ مکرمی دام مجدہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مسئلہ امامت یا شیخ الاسلامی کے متعلق مجھے جمہور کی موافقت کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں ہے جو اندیشہ ہے وہ بار بار اہل الرائے سے ظاہر کر چکا ہوں باوجود اس کے پھر بھی مسلمانوں کی تجویز بسر و چشم قبول کرنے کو تیار ہوں ۔ خود مجھ سے بارہا اس منصب کے قبول کرنے کی بعض اہل الرائے نے خواہش کی مگر میں نے اپنی عدم اہلیت کے باعث اس امانت کا بار اٹھانا منظور نہیں کیا ۔ نہ آئندہ قبول کرنے کا ارادہ ہے ۔

مولانا محمود الحسن صاحب سے دریافت کیا تو وہ بھی اس بار کے متحمل نظر نہیں آئے ۔ مولانا ابوالکلام صاحب احق و آمادہ ہیں ۔ ان کی امامت سے بھی مجھے استنکاف نہیں ۔ بسر و چشم قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوں بشرطیکہ تفریق جماعت کا اندیشہ نہ ہو ۔ مولانا تو اہل ہیں اگر کسی نااہل کو تمام یا اکثر اہل اسلام قبول کر لیں گے تو مجھے وہ لوگ سب سے زیادہ اطاعت گزار و فرمانبردار پائیں گے اصل یہ ہے کہ یہ تحریک امامت اپنی سمت سے جاری کرنا نہیں چاہتا نہ کسی کو منتخب کر کے اسکے اعمال

کا اپنے اوپر بار لینا چاہتا ہوں ۔ مسلمانوں کی جماعت کا تابع ہوں اس سے زائد مجھے اس تحریک سے تعرض نہیں ہے ۔

والسلام بندہ فقیر محمد عبد الباری

(تحریکِ نظمِ جماعت از مولانا ابوالکلام آزاد صہ ۱ے، صہ ۲ے، صہ ۳ے، صہ ۴ے)

مولانا سعید الرحمٰن آپ تو امام الہند اور شیخ الہند گاندھی کے خطاب یافتہ قوم پرست ملاؤں کی بے جا وکالت کر رہے ہیں ۔ اس نام نہاد قوم پرست کے طائفہ قلیلہ کے دوش بدوش ملک کے اکثریتی عقیدہ سوادِ اعظم کو ٹھکرا کرنا چاہتے ہیں ۔ آپ ان کی قوم پرست اور خارجی فکر کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں حالانکہ آپ نے بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی تصنیف "تحریکِ نظمِ جماعت" کا مطالعہ کیا ہے اور یہ تمام واقعات آپکی نظر سے گزرے ہیں لیکن آپ نے انتہائی دل آزار اور امن سوز اندازِ تحریر اختیار کر کے جہاں متانت اور شرافت کا خون کیا ہے وہاں اپنے اکابرین کی روایتی تنگ نظری کا بھی مظاہرہ کیا ہے ۔ کتنی بڑی جسارت ہے کہ آپ سوادِ اعظم اہلسنت کے دینی رہنما کو بریلی کا ایک گھرانہ لکھ رہے ہیں ۔ یہ سب کانگرسی اور قوم پرست ملاؤں کی تنگ دلی کا نتیجہ ہے حالانکہ ہندوستان کے تمام صوبوں سے "تحریکِ نظمِ جماعت" کے لیے امیرِ شریعت مقرر کیے جانے تھے ۔ چودہ میں سے صرف دو صوبوں میں آپ کے نام نہاد امیرِ شریعت قائم ہو سکے باقی تمام ہندوستان کے صوبہ جات کے صاحب الرائے علمائے دین نے آپ کی اس گاندھی گردی کی تجویز کو ٹھکرا دیا ۔ آپ کے ذہن و فکر میں ابھی تک تحریکِ نظمِ جماعت کا سکہ رواں ہے جس کی تفصیل مندرجہ بالا سطور میں گزری ہے پاکستان کی بدقسمتی ہی کہی جائے گی کہ دار العلوم دیوبند ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ ملیہ دہلی کے ایوانوں میں

سے جو بھی نکلا وہ ذہنی طور پر پریشان خیالی، فکر و نظر کی آوارگی، تضادات کا لاو لشکر اصول شکنی کی تکلیف دہ روایات اور اپنی موروثی تنگ دلی کا پروگرام لیکر نکلا۔ نتیجۃً اسلامیانِ ہندوستان میں سرپھٹول جنگ و جدل و اضطراب نے فرنگی جبر و استبداد کی زنجیریں کاٹنے کی بجائے اس خونی پنجوں کو مزید گہرا کر دیا ستم بالائے ستم یہ کہ برطانوی ہندو استعمار کو اپنے علمبرداران شریعت و وارثانِ ممبر و محراب کی طرف سے آب و دانہ ملنے لگا۔ بے شمار شواہد اسی تصنیف میں بکھرے پڑے ہیں حالانکہ بحیثیت مجموعی محمد بن قاسم سے لے کر جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء تک پورے برصغیر پاک و ہند میں اعتقادی اور فکری اتحاد کا مظاہرہ تقریباً صحیح پیمانے پر ہوتا رہا اور خلوص کے اس چمنستان کو خزاں کا کوئی جھونکا نہ چھو سکا۔

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے جو اپنے مکتوب میں تحریر کیا ہے۔

"کہ امامت اپنی سمت سے جاری کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کو منتخب کر کے اُسکے اعمال کا اپنے اوپر بار لینا چاہتا ہوں۔"

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب طریقت و سلسلہ بزرگ تھے آپ نے اپنی ایمانی فراست سے مولانا ابوالکلام آزاد اور اُن کے ٹولے کی انتہا کو بھانپ لیا اس لیے انہوں نے لکھ دیا کہ "نہ کسی کو منتخب کر کے اُس کے اعمال کا اپنے اوپر بار لینا چاہتا ہوں" مولانا ابوالکلام آزاد نے متحدہ قومیت کو تقویت بخشنے اور اپنے الہلامی دور کے نظریات سے یکسر انحراف کر کے ہندوؤں کو قوت و طاقت مہیا کرنے کے لیے اسلامیانِ برصغیر کو متحدہ قومیت میں شمولیت کی دعوت دی اور انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی جگہ راشٹر پتی آزاد کا لقب بھی اختیار کر لیا تھا اور گاندھی کے خیالات اور فکر کو قبول کرتے ہوئے کہ تمام مذاہب میں سچائی موجود ہے

اسلام میں کوئی خصوصیت نہیں، اور تمام مذاہب سچے ہیں۔ خدا پرستی اور نیک عملی کی زندگی سعادت کی ضامن ہے ہدایت خدا کی رحمت ہے جو کسی ایک گروہ کی میراث نہیں ہو سکتی۔ رسالتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دیا اور ہندو آقاؤں کو خوش کر کے اپنی عاقبت کو برباد کر لیا۔ ملاحظہ فرمائیں ترجمان القرآن کے صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱، اس جلد سے نومبر ۱۹۳۰ء کی تاریخ ملتی ہے۔ اس جلد میں سورت فاتحہ کی تفسیر ہے۔

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد صفحہ ۲۲۳)

ہندو کی ریشہ دوانیوں کے باعث ملتِ اسلامی میں ایسے غدار جنم لے چکے تھے جنہوں نے ہندو کی تجوریوں کے منہ کھلے دیکھ کر اپنے ضمیر اور ایمان کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا کہ افتراق و انتشار کے جھگڑے چلنے لگے۔ ملتِ اسلامیہ لخت لخت ہوگئی ردائے امن تار تار کر دی گئی اتحاد اور اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اژدھا کوچہ و بازار تو کیا منبر و محراب میں پھنکارنے لگے اب کیا تھا مہاتما گاندھی کے ہنود شدہ گاندھی بھگت ملاؤں نے تحریکِ ہجرت کا شوشہ چھوڑا کہ مسلمان ہندوستان چھوڑ کر عرب کی ہوا کھائیں۔ تاکہ یہ مسلمان اقلیت میں رہ جائیں اور مسلمانوں کے علیحدہ ملک کا مطالبہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ترکِ موالات کا بے وقت شوشہ اور نامعقول تحریک شروع کر کے اسلامیانِ برصغیر کو ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا کسی ہندو نے نہ نوکری چھوڑی اور نہ ہی تعلیمی ادارہ بند کیا لیکن یہ گاندھی بھگت ملاں تھے کہ بیلِ گاندھی پر قربان ہوئے جا رہے تھے۔ شدھی تحریک میں انہوں نے شردھانند کی حوصلہ افزائی کی اور اس کے قاتل غازی عبدالرشید شہید کو مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء ہند نے فتویٰ دے کر جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا ہم اس دیوبندی ٹولہ سے ایک سوال کرتے ہیں کہ جب برصغیر میں تمہاری

شہ پر سوامی شردھانند اور مہاتما گاندھی نے مسلمانوں کا ارتداد شروع کیا تو اس وقت تم کہاں تھے اور تم نے اس فتنے کو روکنے کے لیئے کیا کارنامہ انجام دیا؟

اللہ بھلا کرے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کا کہ انہوں نے آگرہ میں کیمپ لگایا اور ڈیڑھ سو علماء حق نے اس ارتداد کا خاتمہ ایک سال کی جدوجہد کے بعد کیا اور پانچ لاکھ مسلمانوں کو دوبارہ مشرف بہ اسلام کیا۔ اس علاقے میں درس اور مسجدیں قائم کرنے کے لیئے حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پوری نے چھ لاکھ روپے عطیہ دیا۔ اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے کارکن غازی عبد الرشید نے شردھانند کا شر ختم کیا۔ راجپال کے فتنہ کو غازی علم الدین نے ٹھکانے لگایا۔ غازی عبد القیوم خاں نے کراچی کے نتھو رام کو قتل کیا۔ پالا مل قصوری کو چوہدری محمد صدیق نے جہنم داخل کیا اور بھولا ناتھ کو کلکتہ میں غازی امیر حیدر اور غازی عبد اللہ نے قتل کر کے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رقص کرتے ہوئے اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ہنسی خوشی تختہ دار پر سجایا۔ اب کیا تھا کہ تمہارے خارجی ٹولے نے اور مہاتما گاندھی نے منہ کی کھائی اور شدھی مسلم کش تحریک کو منہ کے بل گرا کے واردھا کی کٹیا میں ہمیشہ کے لیئے دفن کر دیا۔ اب کسی گاندھی بھگت ملاں اور ہندؤں کو یہ جرأت نہ رہی کہ ہمارے آقا مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے خلاف زبان دراز کر سکے۔

پاکستان کا عدم استحکام اور ڈاکٹر اسرار احمد

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ماہنامہ میثاق لاہور میں "پاکستان کا عدم استحکام"

کے نام سے باب باندھا ہے اور اس باب میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے سلف کی یاد تازہ کر دی ہے وہ لوگ بھی پاکستان کے قیام سے پہلے اسی قسم کی لایعنی باتیں کرتے تھے کہ مسلمان ایک منتشر قوم ہے۔ اسکی بیسیوں جماعتوں ہیں ان کی اقتصادی حالت اتنی گری ہوئی ہے کہ صرف پنجاب میں مسلمان ڈیڑھ ارب روپے کا ہندو کا مقروض ہے اور چودہ کروڑ سالانہ بطور سود ادا کرتا ہے جب کہ ایک قوم اتنے بڑے قرض کے بوجھ سے دبی پڑی ہو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اقتصادی پہلو مستقبل قریب میں کوئی خوشگوار صورت اختیار کر سکتا ہے تجارت پر تمہارا قبضہ نہیں۔ کارخانوں میں مزدوروں کی حیثیت سے دوسروں کے محتاج ایسے حالات میں سیاسی آزادی بھی من حیث الجماعت کوئی فائدے کی چیز ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جسکو ہم اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں کہ سرمایہ دار طاقتیں چندان لوں کو خرید کر غریب و فاقہ پرست قوم پر من مانے طریق سے حکومت کریں گی۔ پس سیاسی آزادی قوموں کے لیئے اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب اقتصادی آزادی سے قومیں مالا مال ہوں۔

(شیخ حسام الدین بی اے تاریخ احرار ص ۸۵)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی غریب اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار قوم نے ملک حاصل کر لیا۔ سیاسی اقتصادی غلامی سے پاکستانی قوم نے اپنی محنت سے آزادی حاصل کر لی۔ ہندو اور یہودی لابی کے ملک دشمن ایجنٹ ہمارے ملک پاکستان میں چور راستے سے داخل ہوئے اور انہوں نے ملک کے امن اور قوم کی یکجہتی کو ختم کرنے کی سازشیں شروع کر دیں قومی تعلیمی ذرائع ابلاغ کے اداروں پر قبضہ کر کے ملک کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

ملک میں جو بھی حکومت آئی اُن کے خلاف ان کا طریقہ واردات ایک ہی چلا آتا ہے
کہ پاکستان میں امن قائم نہ ہو۔ قوم افراتفری کی حالت میں ترقی نہ کر سکے اور اس
قسم کا لٹریچر شائع کیا جائے کہ قوم نا اُمیدی کی حالت میں کوئی تعمیری کام نہ کر سکے۔ اللہ
تعالیٰ کا کرم یہ ہے کہ پاکستان کی اسی فیصد آبادی ناخواندہ ہے جو ان کا زہریلا اور
دل شکن لٹریچر نہیں پڑھ سکتی وہ پاکستان کے تعمیری کاموں میں دن رات گامزن ہے
پاکستان کی شہری آبادی میں یہ مٹھی بھر افراد اپنے آقاؤں کے اشارے پر سر پھٹول
میں لگے ہوئے ہیں اور آج کی بات ہے ۱۴ اگست ۱۹۸۶ء کے دن وزیر اعظم محمد خان
جونیجو نے یوم پاکستان پر امن طریقے سے منانے کے لیے تمام سیاسی جلسے جلوسوں
پر پابندی لگائی مسلم لیگ نے اس حکم کی پابندی کی اور ملک دشمن جماعتوں نے وہی
پرانی روش اختیار کر رکھی ہے کہ ملک میں تصادم کر کے چوتھا مارشل لاء نافذ کرایا
جائے تاکہ ملک میں جمہوریت نہ رہے اور ملک ترقی نہ کر سکے۔ لیکن یہ لوگ احمقوں
کی دنیا میں بس رہے ہیں محب وطن پاکستانی اب ان کی چالوں میں نہیں آئیں گے
انشاءاللہ کندھے سے کندھا ملا کر ان ملک دشمن عناصر کا مقابلہ کریں گے کسی
نے خوب کہا کہ ساون کے اندھے کو ہر طرف ہریالی نظر آتی ہے ڈاکٹر اسرار احمد
صاحب کیونکہ تمہارا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے جس کو پاکستان جیسا مضبوط ملک
بھی کمزور نظر آتا ہے اور تم نے بنگلہ دیش کو الگ کرنے والوں کا بھی حشر دیکھ لیا
کہ مجیب الرحمٰن کے خاندان اور ان مٹھی بھر بنگلہ بندو جن کو قوم نے وہ سزا دی کہ
آنے والی نسلوں کو بھی یاد رہے گا۔ بنگلہ بندو مجیب الرحمٰن کی کابینہ کے وزراء تھے
جو تعداد میں سترہ تھے حکومت نے ان کی جانوں کے تحفظ کے لیے انہیں جیل
بھیج دیا لیکن وہاں محب وطن قیدیوں نے انہیں پکڑ کر گلا دبا کر مار دیا۔ بنگلہ

دیش ہو یا مشرقی پاکستان وہ ویسے ہی قائم ہے لیکن یہ ملک دشمن بنگلہ بندو اپنے
کیفرِ کردار کو پہنچ گئے اور مغربی پاکستان میں علیحدگی پسند ٹولے کے لیڈر کو تختہ دار
کا سامنا کرنا پڑا اور ہندوستان میں اندرا گاندھی کو بھی گولی کا نشانہ بننا پڑا خدا
سے ڈرو کیونکہ مسلمان کے نزدیک اللہ سے کوئی بڑی طاقت نہیں وہ جو چاہتا
ہے کر دیتا ہے تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہوگا۔

بھارت کا استحکام ۔ پاکستان کا عدم استحکام

آگے چل کر "بھارت کا استحکام" میں لکھتے ہیں غور طلب ہے کہ بھارت
ہمارے ہی ساتھ بلکہ ہم سے ایک دن بعد آزاد ہوا تھا۔ پاکستان کے مقابلہ میں
بھارت بہت مضبوط ہے بلکہ امریکہ بھی اسے ایشیا کی منی سپر پاور تسلیم کرتا ہے

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کس لحاظ سے بھارت سے پیچھے ہے
جو اسلحہ یا مادی وسائل بھارت کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان
اُس سے چار گنا آگے ہے۔ اگر بھارت ایٹمی پاور بننے کی خواہش رکھتا ہے
تو ہمارا ملکِ عزیز بھی اس سے پیچھے نہیں۔ اگر پاکستان میں مٹھی بھر ملک دشمن
علیحدگی کا نعرہ لگاتے ہیں تو وہ پاکستان کے قیام کے وقت بھی قومی
غداروں کی فہرست میں شامل تھے اور اب بھی ہیں قوم اُن سے بے خبر نہیں ہے
لیکن اب تو بھارت ماتا کے عنقریب کئی ٹکڑے ہونے والے ہیں خالصتان کی فہرست
میں نو شخص واجب القتل تھے۔ جس میں سے تین ٹھکانے لگا دیئے گئے ہیں
باقی اپنے نمبر کے منتظر ہیں حال ہی میں لندن میں سکھوں اور کشمیری مسلمانوں

کے لیڈروں کی کانفرنس میں آزاد خالصتان اور آزاد کشمیر کے ریزولیشن پاس ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں اللہ دکھائے گا۔ کہ بھارت ماتا کا اور تمہارے گاندھی بھگت ملاؤں کا کیا عبرت ناک حشر ہوتا ہے۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو اس وقت یہ علاقہ بالکل پسماندہ تھا۔ اس پاک خطہ میں نہ ہی کوئی کارخانہ تھا اور نہ کوئی صنعتی وسائل تھے۔ ہندو حکومت نے پاکستان کا پچپن کروڑ کا حصہ بھی روک لیا اور فیروزپور، جبل پور سے جو اسلحہ کا حصہ ملا وہ بھی نہ دیا۔ بلکہ پچپن کروڑ روپے میں سے پچیس کروڑ روپیہ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈ کلف چیئرمین باؤنڈری کمیشن کو کشمیر اور ضلع گرداس پور کی رشوت میں عطا کر دیا۔ بقایا رقم بھی پاکستان میں بھارت کے ایجنٹوں میں تقسیم ہو گئی قیام پاکستان کے بعد قوم پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لیے گامزن ہو گئی۔ بھارتی ایجنٹ معصوموں کی شکل بنا کر پاکستان میں آ گئے اور شرنارتھی بن کر ذرائع ابلاغ اور نصابی کتب میں بھارت ماتا کے سورماؤں کے قصے اور متحدہ قومیت بھر دی۔

ڈاکٹر اسرار احمد مزید لکھتے ہیں

" عالمی سطح پر پاکستان کا شمار بالعموم غیر مستحکم یا بالقوہ مائل بہ انتشار خطوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر زائرنگ جو طویل عرصے تک پاکستان میں مقیم رہے۔ اور پاکستان کے اعلیٰ ترین سرکاری ادارے (اسٹاف کالج لاہور) سے وابستہ رہے ان کا ایک مضمون بیرونی ملکی جریدے کے حوالے سے پاکستان کے اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے جس میں انہوں نے برملا اور واشگاف الفاظ میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان تا حال اپنے جداگانہ تشخص کا جواز ثابت نہ کر سکا ہے لہٰذا عنقریب مزید حصے بخرے ہونے کے عمل سے دوچار ہو جائے گا

اعاذ باللہ من ذالک!!

ادھر داخلی طور پر ایک جانب تو بانی پاکستان کا یہ جملہ تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلسل نشر ہوتا ہے کہ پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور دوسری طرف صورت واقعی یہ ہے کہ ذرا ہوا تیز چلتی ہے تو پاکستان کی کشتی ہچکولے کھانے لگتی ہے اور سیاسی حالات میں ذرا مدوجزر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو خواص و عوام سب کے ذہن و زبان پر یہ سوال آجاتا ہے کہ پاکستان باقی بھی رہے گا یا نہیں؟ لہٰذا اس امر کا پوری حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ آیا پاکستان کا مبینہ عدم استحکام حقیقی اور واقعی ہے یا یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی کے مصداق محض دشمنوں کی اس سازش کا مظہر ہے کہ اس طرح پاکستان کی مسلمان قوم کے دلوں میں بے یقینی کی کیفیت پیدا کر کے اجتماعی قوت ارادی کو مضمحل کیا جائے۔

راقم کے تجزیے کے مطابق پاکستان کا عدم استحکام وہمی و خیالی نہیں حقیقی و واقعی ہے اور اس کے دلائل و شواہد ہمارے ماضی اور حال دونوں میں جابجا موجود ہیں اور جہاں تک پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے اس قسم کے دوسرے اقوال کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ "تیری آواز مکے اور مدینے" کے مصداق نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے ایک ایک مسلمان کے دل کی تمنا اور آرزو ہے لیکن اس معاملے میں حقائق کا انداز بالکل قرآن حکیم کے الفاظ مبارکہ تلک امانیہم قل ھاتو برھانکم ان کنتم صدقین کا سا ہے (سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۱ یہ ان کی خواہشات ہیں کہیے پیش کرو اپنی دلیل اگر تم سچے ہو!"

(ماہنامہ میثاق لاہور صہ ۳۵ صہ ۳۶)

ملاحظہ فرمالیا ڈاکٹر اسرار احمد کی پُر اسرار باتیں ان کے علاوہ بھی مخالفینِ نظریہ پاکستان کی ایک فوج قلم کے جوہر دکھا رہی ہے اور یہ لوگ پاکستان کے اُن باتدبیر مفکروں اور مدبّروں میں شامل ہوتے ہیں جنہیں پاکستانی قوم مغالطہ سے محبِ وطن کہتے ہیں۔ ان نام نہاد مفکروں اور مدبّروں سے الجھنا بیکار ہے جنہوں نے یہ طے کرلیا ہے کہ نظریہ پاکستان کے مسئلے سے متعلق بھارت ماتا کے باپو گاندھی کا ہی مؤقف صحیح تھا۔ گاندھی کے مقاصد اور منصوبوں کی فتح ہونی چاہیئے۔ پاکستان چونکہ اس وقت ایک ایسی حکومت کے اختیار میں ہے جو مسلم لیگی ہے کیونکہ یہ نام ان کو قبول نہیں ہے اور پاکستان چونکہ ایسے قائدین نے بنوایا تھا جنہیں ان گاندھی بھگت ملّاں اور کانگرس کے نمک خوار ناپسند کرتے تھے سو جناب ان حضرات کو اُن کے اپنے خیال اور مقال سے خوش اور سُرخرو ہونے دیجیئے۔ البتہ پاکستان کی اس کثیر آبادی کو جس کے لیے پاکستان کا وجود مقدّم حیثیت رکھتا ہے اور جو دوست اور دشمن کا تعین تاریخی حقائق اعتقادات، نظریات کی اہلیت اور قومی مفادات کی تناظر کرنے پر مجبور ہے ڈاکٹر اسرار احمد نے ماشاءاللہ ایک نئی تنظیم کا سنگِ بنیاد رکھا ہے کیونکہ پاکستان میں پہلے ایسی نام نہاد سیاسی تنظیموں کی کمی تھی آپ اس کمی کو پورا کرنے کے لیئے میدانِ عمل میں لنگوٹہ کھینچ کر کود پڑے ہیں کیونکہ اب مسلم لیگ کی نئی تنظیم کی وجہ سے قوم میں بے یقینی کی حالت ختم ہو رہی ہے۔ قوم کے منتخب نمائندے اسکی قیادت کر رہے ہیں لیکن ڈاکٹر اسرار احمد پریشان ہیں کہ قومی یکجہتی کو ختم کرنے کے لیئے تنظیمِ اسلامی پاکستان کا نام نہاد شوشہ چھوڑ رکھا ہے۔ تحریکِ پاکستان میں ان تمام نام نہاد اسلامی جماعتوں نے مہاتما گاندھی کی چوٹی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اور سوادِ اعظم یعنی مسلم لیگ کے قائدین کے خلاف کفر کے فتووں کی

بوچھاڑ کر رکھی تھی انکے اکابرین یہی کہتے تھے کیا پاکستان یہ لوگ بنائیں گے۔ جن کو اردو بولنا نہیں آتی اور دو قومی نظریہ کو ایک شاعر کی بڑ کہتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اسلامیان پاکستان تو ایک ہی بات جانتے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری کی سُنت جنگِ بدر کے موقعہ پر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پیچھے ہر طرف سے آپکی حفاظت کریں گے جب ہم ختم ہو جائیں گے تو پھر آپ اور آپ کا اللہ مالک ہے ہم بنی اسرائیل کی طرح بزدل نہیں ہیں جو آپ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جب تک پاکستان میں سوادِ اعظم (اہلسنت) کا ایک فرد بھی موجود رہے گا دشمنانِ دین بھارت یا روس کا قدم اس خطہ پاک کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ سوادِ اعظم بھارت کی ٹڈی دل آبادی کو مکھی کے برابر سمجھتا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گروہ کو دیدہ بینا عطا فرمائے اور مومن کی فراست سے آپ حقائق دیکھیں کہ پاکستان اسلام کا فولادی قلعہ ہے جو بھی اس سے ٹکرائے گا وہ خود ہی پاش پاش ہو جائے گا۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ماست

اس وقت پاکستان کو قومی یکجہتی کی شدید ضرورت ہے اسلیئے کہ عدم استحکام کے باعث ملت کو متعدد سنگین مسائل و مشکلات کا سامنا ہے، ہنود و یہود برسرِ پیکار ہیں اگر پاکستان مضبوط ہے تو عالمِ اسلام مضبوط ہے کیونکہ اس وقت پاکستان اس مقام پر فائز ہے جس پر اسی سال قبل خلافتِ عثمانیہ ترکی تھی یہود اور نصاریٰ نے ۱۹۲۰ء کے بعد خلافتِ عثمانیہ کی بندر بانٹ کر کے اسکو چوالیس چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور ان پر اسلامی شاہ نہیں بلکہ شاہِ شطرنج حکمران بنا دیئے۔

اکابرین اور محسنین اسلام کے نورانی چہرے نہ پہچان سکیں تاکہ اسلام کے بہروپیے جنہوں نے اسلامیانِ برصغیر کی جنگِ آزادی میں انگریز اور ہندو یعنی کفر کا ساتھ دیا۔ اُن کے خود ساختہ حقیقت کا رنگ اختیار کرلیں انہوں نے ان غداروں کے من گھڑت قصّے نصابِ تعلیم میں شامل کر دیئے اور اب گاندھی کی تہذیب کا سیلاب تیزی سے نئی نسل کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نہ ہی ہماری حکومت نے کوئی حکمتِ عملی دکھائی ہے یعنی قوم کو صحیح نصابِ تعلیم فراہم کیا ہے اور نہ ہی محبّ وطن قلمکاروں نے کوئی اس طرف توجہ دی ہے کہ قوم کو حقائق پر مبنی تاریخ دی جائے۔ متحدہ قومیت کا کھُلے عام ہمارے قومی ابلاغ سے پرچار ہو رہا ہے یہاں قرآن وسنّت کی بجائے بدنام زمانہ اور توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پٹاری تصنیف تقویۃ الایمان جس نے اسلامیانِ برصغیر کی یکجہتی کو بیک جنبش ختم کرکے ان کو بیسیوں فرقوں میں تقسیم کردیا۔ کیونکہ اس کتاب میں خوارج کے افکار و نظریات پیش کئے گئے ہیں جس سے قومی اتحاد کو نقصان پہنچ رہا ہے مسلمانوں کی یکجہتی پارہ پارہ ہو رہی ہے اور نظریۂ پاکستان کے حامل مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے الزامات کی بوچھاڑ کی جارہی ہے علمائے حق اہلسنت کی عظیم خدمات تحریکِ پاکستان کا ایک روشن باب ہیں ان کے خلاف بے بنیاد الزامات پاکستان کے بنیادی نظریہ پر ایک ضرب ہے ہم صرف قومی اتحاد اور نظریۂ پاکستان کی بنیاد کے تحفّظ کے جذبے سے سرشار ہو کر اس وقت ایک ایسی تحریک کا جواب پیش کر رہے ہیں جس میں نہایت بے ہودگی کے ساتھ اکابرینِ تحریکِ پاکستان پر الزام تراشی اور اُن کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہیں اور ملک کے طول وعرض سے اس کے خلاف تحریک شروع کر رکھی ہے اور نصابِ تعلیم میں انقلابی تبدیلیوں کے لیئے

جو یہود و نصاریٰ کے اشارے پر حرکت کرتے ہیں وطن اور قوم کے بُت پُوجتے ہیں اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سیاست وطنی پر عمل کرتے ہیں صرف دنیا میں خطۂ پاک پاکستان یا ہندوستان کے پندرہ کروڑ مسلمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ کُلُّ مُسْلِمٍ اِخْوَاۃٌ۔ نصاریٰ ہنود یہود کو انہیں اسلامیانِ برصغیر پاک و ہند سے خطرہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن کے دل میں نورِ ایمان کی جو شمع جلائی تھی۔ اسکی روشنی اُن کے قلوب میں ابھی تک موجود ہے اور یہی وہ طاقت ہے جو نہ ایٹم بم سے فنا ہوتی ہے اور نہ ہی اُن کو کوئی سُپر پاور خائف کر سکتی ہے ایسے نازک دور میں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اسلام کے پیروکار اور مسلمان ہونے کے دعویدار اپنی جملہ مساعی عالمِ اسلام کے اتحاد کے لیئے یہ وقف کردیں اور پاکستانی اربابِ قلم ملک کے اتحاد اور اپنے مسائل کے حل اور ان کی ضرورت اور اہمیت کے موضوع پر لکھیں لیکن ملک کے قیام کے بعد تمام قوم اسکی تعمیر اور ترقی میں گامزن ہوگئی کانگرس اور یہودی لابی کے قلمکاروں نے برصغیر پاک و ہند کی سنہری تاریخ کو من مانے رنگ میں لکھ کر مسخ کردیا ہے۔ انگریز سرکار کے قدیم وفادار علماء کا گروہ اور متحدہ ہندوستان میں کانگرس کی ذیلی تنظیمیں جمعیت العلماء ہند احرار، خاکسار اور خدائی خدمتگار پاکستان میں نئے رنگ وروپ میں میدانِ عمل میں آئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جو قائداعظم کی قیادت میں متحد ہو چکے تھے۔ اختلاف وانتشار کے نئے حربے اختیار کیئے۔ سب سے پہلے انہوں نے بھارت کی واردھا تعلیمی پالیسی کو یعنی ہندو کو اسلامی بہروپ میں پیش کیا اس میں سے مشاہیرِ اسلام مجاہدینِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء اور اکابرینِ آزادی تحریکِ پاکستان کے تذکرے اکردار اور افکار پاکستان کے قومی نصابِ تعلیم سے غائب کردیئے تاکہ نئی نسل ان

مسلسل اصرار ہو رہا ہے ہم تحدیث نعمت کے طور پر یہ بات کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستانی مسلمانوں کو اب دوبارہ دوست اور دشمن کی تمیز کا شعور بخشا ہے اور ان ملک دشمن تملکاروں اور پروپیگنڈہ ایجنسیوں کے نشیب و فراز سے آگاہ کر دیا ہے خارجیت ہنود و یہود نے مختلف ادوار میں نئے رنگ بدلے اور نئے نئے سائن بورڈ سجائے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیئے ہم رنگِ زمین جال پھیلائے۔ لیکن اب پاکستانی قوم ان کے ہر ہتھکنڈوں سے واقف ہو چکی ہے کہ یہ مٹھی بھر گمراہ اسلامیانِ خطہ پاک کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے اور قومی اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا رہا ہے حال ہی میں جو چار قومیت کا بم انہوں نے پھینکا وہ انشاءاللہ بے اثر ہو کر رہے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسلامیانِ خطہ پاک کو حق پر استقامت بخشے فرقہ واریت چار قومیت اور ضد و عناد کی لعنت سے بچائے پاکستان کو ہر فتنہ و شر سے نجات دلائے اور اندرون و بیرونی سازشوں سے ملکِ عزیز پاکستان کو دائمی و ابدی تحفظ عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا ابوالکلام اور سوشلزم

چوہدری حبیب احمد تحریر فرماتے ہیں

ہندوستانی مسلم سیاست پر ایک نظریہ مشہور نیشلسٹ ڈاکٹر محمد اشرف مرحوم کی تصنیف ہے اس میں مصنّف نے سالارِ انسانیت حضورِ اقدس و اعظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی سے لے کر صحابہ کرام اور بزرگانِ اسلام پر تنقید کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ انہوں نے ذاتی اقتدار اور جاہ طلبی کے لیے اسلام کا نام استعمال کیا ہے حقیقت میں اسلام کوئی ایسا نظریۂ حیات نہیں جسے دورِ جدید میں بطور نظام قبول کیا جا سکے۔ جہاں مصنّف نے اقبالؒ کو ہدفِ تنقید بنایا ہے وہاں راشٹرپتی ابوالکلام کے دورِ متحدہ قومیت کے خیالات کو سراہا ہے۔ اس کتاب میں شیخ احمد سرہندیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ، شاہ ولی اللہؒ اور مولانا عبیداللہ سندھی کو بھی ہدفِ ملامت قرار دے کر یہ کوشش کی ہے کہ سوشلزم کا پلڑا اسلام سے بھاری دکھایا جائے۔

یہ کتاب جو مارچ ۱۹۶۳ء میں بھارت سے شائع ہوئی۔ مجھے "تحریکِ پاکستان اور نیشلسٹ علما" کی اشاعت کے بعد ملی۔ اگر اس وقت ملتی تو زیادہ موزوں ہوتا بہرحال اس کتاب میں ڈاکٹر اشرف مرحوم نے جو کچھ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے متعلق لکھا ہے۔ اپنی پہلی کتاب میں دیئے گئے حوالہ جات کی تائید میں یہ تحریر پیش کر رہا ہوں۔ قارئین کرام اسکے

بعد خود دیکھ لیں گے کہ مذکورہ بالا کتاب "تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء"
میں دیئے گئے حوالہ جات کس قدر صحیح اور درست تھے ۔

ڈاکٹر اشرف لکھتے ہیں :۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی بھی دراصل اتحادِ اسلام بلکہ احیائے دین
کی تحریک کی کہانی ہے اور اس مکتبِ خیال میں انہیں امام الہند کا منصب حاصل
ہے البتہ یہ نہیں کہ مولانا نے اتحادِ اسلام یا خلافت عثمانی کے عقیدہ کو مقبول
عام بنایا۔ بلکہ مسلمان عالمانِ دین کے اندرونی حلقوں کے اندر مذہبی نظریوں
کے پردہ میں سامراج دشمن عمل کی تحریص دلائی جسکی بدولت بالآخر
خلافت اور سوراج کی انقلاب پرور تحریک نے جنم لیا۔ ۱۹۲۰ء تک مولانا
کی تصانیف بالعموم اسی پیام کی حامل ہیں وہ الہلال اور البلاغ جیسے جریدے
ہوں یا تذکرہ اور ترجمان القرآن کے مولانا کا مسلسل اور مرتب نظریہ یہی ہے،
اسے غور سے پڑھیئے ۔

" البتہ ۱۹۲۰ء سے یعنی جب مولانا گوشۂ عافیت کو خیرباد کہہ کر
عوامی تحریک میں شریک ہوئے تو ان کی آنکھیں کھلیں کہ احیاء اسلام کے جملہ
نظریئے فرسودہ اور غیر حقیقی ہیں چنانچہ نہرو کمیٹی کی بحثوں میں مولانا نے
محمد علی یا مسٹر جناح کی حمایت کی بجائے پنڈت موتی لال نہرو اور سوراج
پارٹی کے سیکولر نظریوں کی تائید کی ۔ بلکہ صدر کانگرس کی حیثیت سے جب
۱۹۴۰ء میں خطبہ دیا تو نہایت دیانت داری کے ساتھ اپنے ان ہم مذہبوں کے
اعتراض کا جواب بھی جواہر لعل کی تعلیم کے مطابق جو ایک اسلامی حکومت اور قرآنی
سیاست کے خواب دیکھ رہے تھے ، فرمایا کہ ان دوستوں کو جنہوں نے ۱۹۱۲ء

میں میری دعوت قبول کی تھی مگر جن سے مجھے آج اختلاف ہے ملامت نہیں
کرتا البتہ یہ ضرور ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ
" ہمیں زندگی کی ٹھوس حقیقتوں پر اپنے فیصلوں کی دیواریں تعمیر کرنی
ہیں ایسی دیواریں روز بنائی اور ڈھائی نہیں جاتیں . . . . . میرے لیئے
ممکن نہیں کہ اپنے یقین سے لڑوں . . . . . میں مجبور ہوں کہ اپنے مت ہ٥
کو نہ جھٹلاؤں ۔ "

آگے چل کر ڈاکٹر اشرف کہتے ہیں :۔

" میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ کانگرس کی صدارت کے پہلے
سال میں یعنی گرفتاری اور نظربندی سے پہلے میں مولانا ابوالکلام کا سیکرٹری رہا
اور میں نے جب مولانا کو بہت قریب سے دیکھا تو انہیں اتنا وسیع النظر
پایا کہ وہ سوشلزم کے نظام کو صحت مند سمجھنے لگے تھے ۔ مولانا نے "انگارے"
کے لکھنے والوں کو بھی سراہا حالانکہ اس زمانہ میں اسکے مصنفین پر کفر والحاد
کے فتوے صادر ہو چکے تھے بالآخر جب مولانا کی وفات کے بعد ان کی خود
نوشت سوانح حیات شائع ہوئی تو دیکھنے والوں کو حیرانی ہوئی کہ مولانا نے
اس دستاویز میں تحریکِ احیائے دین سے اپنی وابستگی کا ذکر تک نہیں کیا .
یہی انداز مولانا کی اس سے ماقبل تصنیف غبارِ خاطر کا بھی ہے مولانا کی زندگی
سے یہ سبق ضرور لیا جا سکتا ہے کہ حالات حاضرہ میں دین کے سیاسی تصورات
پر "مسجدِ ضرار" تو بن سکتی ہے لیکن کوئی صحت مند سیاسی اور سماجی نظام قائم
نہیں ہو سکتا چنانچہ اعلانِ آزادی کے بعد مولانا آزاد کے مشورہ پر جمعیت
العلماء ہند نے سیاست سے اپنی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ "

مندرجہ بالا اقتباسات سے "انڈیا ونس فریڈم" کے صفحہ ۲۲۷ کی حرف بحرف تائید ملتی ہے جس میں ابوالکلام (مرحوم) کی اسلام سے مایوسی و بیزاری کا کھلا اعلان پایا جاتا ہے اگر اس کے بعد بھی توحید پرستی کے دعویدار اس اسلام سے مایوس و بیزار ابوالکلام کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے پر مصر ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے

چونکہ راوی ثقہ است اسلئے ڈاکٹر اشرف کی تحریر کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مولانا زندہ خدا کے زندہ جاوید دین سے مایوس ہو کر انسانی ذہن کے تراشیدہ دین (نظام حیات) سوشلزم کے حامی ہو گئے تھے۔ اس لحاظ سے ہی ہمارے نزدیک مولانا آزاد مرحوم کا انجام بخیر نہیں ہوا۔ جسے عام زبان میں خاتمہ بالایمان کہتے ہیں ہاں اگر پہلی خدمتِ اسلام کو معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا ابوالکلام آزاد کو ترازو کے برابر پلڑوں میں رکھنا پڑے گا کیونکہ ابتدائی دور میں انہوں نے بھی آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ کئی مناظرے، مجادلے اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لیے کئے تھے۔

(تقریبِ پاکستان از چوہدری حبیب احمد ص ۳۲۷)

مولانا ابوالکلام آزاد کی شراب نوشی

رسول اللہ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جیؒ کی کٹیا عاملانِ دیں کا ڈیرہ ہے

خدا ہی جانتا ہے حشر اُس ٹولی کا کیا ہوگا
حرم سے جس کی بدبختی نے رُخ ملت کا پھیرا ہے

جب راشٹرپتی شری ابوالکلام آزاد نے دورِ الہلال کے مؤقف سے منحرف ہو کر قرآن عزیز کی گاندھوی تفسیر کی تو عقیدت مند حضرات اس بنیادی فرق کو محسوس نہ کر سکے جو دورِ الہلال کے آزاد اور متحدہ قومیت کے نشہ سے سرشار اور گاندھوی خیالات کے پرستار ابوالکلام آزاد میں تھا۔ جنہوں نے اب راشٹرپتی آزاد کا لقب بھی اختیار کر لیا تھا بدستور اُن کی سحر آفرینیوں سے مسحور رہے اور مولانا آزاد نے تو بھی مہاتما گاندھی کے اس خیال کو قبول کر لیا کہ عالمگیر سچائیاں سب مذاہب میں یکساں ہیں اور خدا پرستی و نیک عملی کی زندگی نجات و سعادت کی ضامن ہے ہدایت خدا کی رحمت ہے جو کسی ایک گروہ کی میراث نہیں ہے۔ اپنی تائید و حمایت میں پیش کر دی۔ خیال فرمائیے جب اس سطحی کشش و جاذبیت کو مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مفسرِ قرآن کی تائید بھی حاصل ہو جائے تو اس سحر کو سطحی ذہنوں کے محسور کرنے سے کون روک سکتا ہے یہی اسلام سوز نظریۂ دینِ الٰہی شہنشاہ اکبر کے دور میں ابھرا یہ بات تاریخ دان حضرات سے پوشیدہ نہیں اور اسی طرح سارے جیلیہ بھی اُن کی نگاہ سے مستور نہیں حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ، ملّا یزدی جونپوری شہیدؒ، قاضی ایوب بہاریؒ

شہید، نے جو مومنانہ مجاہدانہ اور مفکرانہ انداز اختیار کیا۔ راشٹر پتی ابوالکلام آزاد
نے متحدہ قومیت کے نظریے کو تقویت بخشنے کے لیئے الہلالی دور کے نظریات
سے یکسر انحراف کر کے گاندھوی اثر رسوخ سے اسیر ہو کر ہندو کو قوت وطاقت مہیا کرنے
کے لیئے جو سراب آسا تفسیر اور فریب آمیز تفسیر قرآن پاک کی لکھی ہے وہ انسان کو
قرآنی مفہوم و روح سے کوسوں دور لے جاتی ہے۔

مولانا آزاد گاندھی کی پالیسی کا عربی ترجمہ ملاحظ فرمائیے۔

جو پیغمبرِ اسلام پر ایمان لا چکے ہیں وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ
اور صابی ہوں کوئی ہو اور کسی گروہ بندی میں سے ہو) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور آخرت
کے دن پر ایمان لایا اور اسکے اعمال اچھے ہوتے تو وہ اپنے اعمال و ایمان کا اجر اپنے
پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اس کے لیئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہو گا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

یہ ہم نے ترجمان القرآن کے صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ سے حرف بحرف نقل کیا ہے
اور اس جلد سے ۱۶ر نومبر ۱۹۳۰ء کی تاریخ ملتی ہے اس جلد میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر
و ترجمہ کے الفاظ پر غور فرمائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اقرار
و ایمان ضروری نہیں یہ ظاہر کرنے سے ہماری مُراد صرف یہ ہے کہ آزاد نے ایمان
بالرسالت کو ضروری قرار نہیں دیا۔

گاندھی جی نے مسخ مسخ گاندھی بھگت ملاؤں کو ہندو بنا دیا اور اُن کے اسلامی
شعائر کو بدل کر رکھ دیا۔ اُن کی نشست و برخاست نظر و فکر معاشرتی اور سیاسی تصورات
غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی پر اثر ڈالا۔ اسلامی و فکر و نظر کی موت کا نظارہ کرنا ہو تو راشٹرپتی شری
ابوالکلام آزاد اور خان عبدالغفار خان پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ یہ دونوں حضرات اسلام کی
مسخ شدہ تصویر ہیں۔ کھانے کی جگہ بھوجن کرتا ہے۔ سلام کی جگہ ہاتھ باندھ کر نمستے کرتا ہے۔

اب وہ غسل کی جگہ اشنان کرتا ہے۔ پانی کی جگہ جل پیتا ہے یہ سب کیوں اور کیسے ہوا۔
جواب صرف یہ ہے کہ یہ سب گاندھی جی کی ہندو مت کی تبلیغ سے ہوا۔ تاریخ شاہد ہے
کہ اس ہندو مت نے بدھ مت، جائن مت، کو نگل لیا اور اُن کو اپنے دیس نکالا دیا کہ وہ
برما، چین وغیرہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے وہ اسلام جو دنیا کو ہر زمانہ اور ہر مقام پر
راہنمائی کر سکتا ہے گاندھی جی اور اُن کے راشٹر پتی ابوالکلام کے ہاتھوں اُس کا یہ حشر ہوا
کہ ملاں اسلام سے منہ موڑ کر گاندھی کی عالمگیر سچائی میں آزادی ڈھونڈ رہا تھا۔ اسکے نزدیک
اسلام اور ہندو مت میں کوئی امتیازی فرق نہ رہا تھا۔ گاندھی کے خطاب یافتہ امام الہند، شیخ
الہند، شیخ الاسلام امیر شریعت، شیخ التفسیر و شیخ القرآن جیسے علماء کے ہاتھوں متحدہ
قومیت کا ہلاکت آفریں جام پی کر گاندھی اور ہندو مت کے حلقہ بگوشی کا اعلان کر رہا تھا
آخری عمر میں تو راشٹرپتی ابوالکلام آزاد نے اسلام کا جُوا اچھی طرح اتار پھینکا اور
مے نوشی اشتر نگلا کر دی۔ ع

آبِ کوثر سے جو پھسلا لبِ گنگا پہنچا

ڈائریکٹر جنرل

اکیڈمی آف ہائر ایجوکیشن

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن
کے
نام ایک کھلا خط

از:- حکیم محمد حسین بدر چشتی (ملیگ)
نائب صدر مجلس کارکنانِ تحریکِ پاکستان (رجسٹرڈ)
بہاولپور ڈویژن
دارالاشاعت خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب۔

جناب ڈائریکٹر جنرل
اکیڈمی آف ہائر ایجوکیشن یونیورسٹی گرانٹس کمیشن
ایچ - ۹ - اسلام آباد

السلام علیکم آپ کا مکتوب نمبر 627/86/NA/28 - 9 مورخہ 5/1986 موصول ہوا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ نے اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے پیش کردہ مسئلہ کی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مسئلے کو ہم نے ماہرین کی قیمتی آرا کے لئے تمام یونیورسٹیز کے شعبہ تاریخ کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے سامنے پیش کر دیا ہے جس کے جواب کے منتظر ہیں۔ اس سلسلے میں نصاب تاریخ سے متعلق ایک میٹنگ عنقریب متوقع ہے جیسے ہی ہمیں اس مسئلے سے متعلق جواب موصول ہوئے ہم آپ کو مطلع کریں گے۔

میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ جب آپ اس سلسلہ میں نصاب تاریخ کے متعلق میٹنگ بلائیں تو اس میں راقم کو بھی مدعو کریں تاکہ میں بھی اس تاریخی میٹنگ کی کاروائی دیکھ سکوں کیونکہ موجودہ مؤرخین کا علم

ملک کی نصابی کتب تک محدود ہے اور پاکستان میں نصابی کتب اُنہی مورخین کی مرتب کی ہوئی ہیں جو نظریہ پاکستان کے مخالف اور متحدہ قومیت کے علمبردار ہیں برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر افسانوی قصّوں کے اور قوم دشمن فریب کاریوں کے تو پردے پڑے ہوئے ہیں جس سے ہماری تاریخ مسخ ہو کر رہ گئی ہے کیونکہ پاکستان کی سرکاری اور یونیورسٹی کی لائبریریوں میں ایسا لٹریچر داخل ہو سکتا ہے جس پر تحریک پاکستان کے مخالفین کی چھاپ ہو حالانکہ ہمارے بزرگوں نے برصغیر کی تاریخ اور تحریک پاکستان پر اتنا لکھا ہے کہ تاریخ کے ہر گوشے کی نشاندہی ہو سکتی ہے کیونکہ تعلیم یافتہ طبقے کو اپنے ماحول سے دلچسپی ہوتی ہے اور خصوصاً وطن سے ایسا لگاؤ رکھتے ہیں کہ اُس کے ماضی و حال کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا انہیں شوق ہوتا ہے وطنِ عزیز سے محبت کی تعمیر اپنی روایات پر اعتماد اور اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں پر فخر کے جذبات سے ہوتی ہے ان کی دلچسپی کے طفیل دوسروں کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے مسلمانوں کی تاریخ نویسی کی تاریخ میں اسکو بڑا دخل رہا ہے مسلمانوں میں مورخین کا طبقہ اسی کو تاریخ کا جزوِ اعظم سمجھتا رہا ہے اور اکثر چوٹی کے مورخین نے اسی کو اپنی توجہ کا مرکز تصوّر کیا ہے ہمیں چاہیے کہ اس وقت برصغیر کے ہر علاقے سے تعلق رکھنے والے پڑھے لکھے لوگوں سے ہر علاقے کے واقعات کو تاریخِ پاکستان میں لکھ کر تحریک پاکستان کے متعلق گوشوں کو محفوظ کیا جائے۔ تاریخ کا یہ میدان ہے ہماری آنے والی نسلوں کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو گا تاکہ وہ سمجھیں کہ ہمارے بزرگ اپنے ماضی سے خود واقف تھے اور آنے والی نسلوں کو نظریہ پاکستان اور تحریک

پاکستان کی تاریخ سے آگاہ کرنے کا جذبہ رکھتے تھے

ہمیں تاریخ کا دوسرا رُخ بھی دیکھنا چاہیے کہ مخالفینِ تحریک پاکستان نے نظریۂ پاکستان کو مسخ کر دیا ہے محبِ وطن اکابرینِ تحریکِ پاکستان کو قومی نصابِ تعلیم میں شامل نہیں کیا گیا حالانکہ پوری قوم آپ اور ہم بھی شاہد ہیں کہ سردار عبدالرب نشتر، نور الامین، عبداللہ ہارون، نواب سر صادق محمد خاں عباسی، نواب آف جوناگڑھ، راجہ آف محمود آباد، سر آغا خاں، نواب محمد یامین خان، غلام حسین ہدایت اللہ، خان عبدالقیوم خاں، سردار بہادر خاں، سردار اورنگزیب خاں، پیر صاحب مانکی شریف، پیر سید جماعت شاہ صاحب محدث علی پوری، نواب افتخار حسین ممدوٹ، ملک برکت علی ایڈووکیٹ آف لاہور، خان محمد عیسیٰ خاں ایڈووکیٹ آف بلوچستان، محمد اسمٰعیل چندریگر، چوہدری خلیق الزماں، راجہ غضنفر علی، خواجہ ناظم الدین آف ڈھاکہ، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، سید سجاد حسین شاہ صاحب سیکری جے پور، سید صبغت اللہ راشدی پیر آف پگارہ بانی تحریکِ حر ۱۹۴۳ء، سید محمد محدث کچھوچھوی رح، مولانا غلام بھیک نیرنگ، نواب بہادر یار جنگ، پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری آف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ڈاکٹر ضیا الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر مولوی حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سید ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا شاہ علیم الدین میرٹھی، پیر محمد بوٹے شاہ قادری لرماسی، وہ تمام لوگ جنہوں نے انگریز اور ہندو کی گرفت سے ہمیں آزاد کرایا اور اپنی اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد کی اور اپنی جانوں کا

اور اُن کے شاگردِ رشید مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی نے بغیر کسی تحقیق کے اپنی تصنیف تذکرہ مشائخ دیوبند میں شامل کر لیا۔ حالانکہ اُن کے دادا پیر کے خلیفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید میں لکھ چکے ہیں کہ اُن اللہ والوں نے اپنی رحمدل سرکار انگریز کا ساتھ دیا اور باغیوں کے ساتھ سخت مقابلہ کرتے ہوئے اُن کے ایک ساتھی حافظ ضامن باغیوں کی گولی سے مارے گئے اور اپنی انگریز سرکار پر قربان ہو گئے یہی حال اب پاکستان کی نصابی کتب کا ہے

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ جب مسلمانوں کی سیاسی قوت کو ہندوستان میں زوال آیا تو علمائے سُو اور ضمیر فروش تلمکا وفادار کُتّے کی طرح حکومتِ برطانیہ کے قدم چاٹنے لگے ——۔ تو اُن دنوں کے واقعات جب تاریخ کے سپرد ہوئے تو حقیقت سرپیٹ کر رہ گئی۔ برصغیر کی تحریکِ آزادی میں جن لوگوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اُن کو پردہ اخفا میں ڈال دیا اور غیر ملکی سامراج کے تعاون سے اقتدار پر قابض لوگوں نے اُن کی روشن تاریخ پر سیاہی پھیر دی لیکن ایکدن مخالفت کے باوجود آنے والے کل کو یہ سرخ لکیر اپنے آپ ابھر کر رہے گی۔ وقت کی ناانصافیوں کے گرد و غبار چھٹتے ہی کاروانِ حریت کے واضح نقوش صاف نظر آنے لگیں گے اور دیانتدار مؤرخ اپنے اسلاف کی سنہری تاریخ آزادی کو مکمل کر کے چھوڑیں گے۔ ملاحظہ کے لیئے کتب کی فہرست حاضر ہے۔

۱۔ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علما از چوہدری حبیب احمد، مطبوعہ لاہور
۲۔ اقبال کے آخری دو سال۔ از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی۔ مطبوعہ کراچی

نذرانہ پیش کر کے اپنی آئندہ نسلوں کے لیئے امثالی راہِ عمل کی نشاندہی کی۔ وہ سب انتہائی باعظمت لوگ تھے وہ بہادری میں یکتا تھے ان کا عزم لازوال تھا وہ بڑے ہی اعلیٰ اور ارفع مقصد کے لیئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بلاشبہ وہ سب شہید ہیں۔ وہ سب جنتی ہیں وہ سب ہماری آزادی کے روشن مینار ہیں ہماری قوم نے اُن سے روشنی حاصل کرنی ہے وہ تحریکِ پاکستان کے دس لاکھ گمنام شہید ہیں اسکے برعکس وہ لوگ جنہوں نے اسلامیانِ برصغیر کی اس عظیم تحریکِ آزادی سے الگ ہو کر ہندو اور انگریز کا ساتھ دیا ان کو ہمارے قومی نصاب سے فوراً خارج کر دینا چاہیئے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولوی سید احمد بریلوی، مولوی اسماعیل دہلوی، حاجی شریعت اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا غلام رسول مہر کانگرسی قوم پرست۔

ملک دشمن ادارے دار العلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ دہلی، بطور سند ملاحظہ فرمائیں درج ذیل کتب۔

سید احمد بریلوی اور مولوی اسمٰعیل وغیرہ کا افسانہ جہاد سکے انگریزوں کے شوشے کا انکے قریب العہد کسی مؤرخ نے اپنی تصنیف میں کوئی ذکر نہیں کیا پاکستان کے قیام کے بعد ڈاکٹر محمود حسین قوم پرست اور مولانا غلام رسول مہر نے ہمارے نصاب تعلیم میں شامل کر دیا۔ اسی طرح تھانہ بھون و شاملی کے جہاد کا شوشہ بغیر سند مولوی حسین احمد مدنی نے نقشِ حیات کی دوسری جلد میں شامل کیا۔

۳۔ افادات وملفوظات حضرت مولانا عبید اللہ سندھی از پروفیسر محمد سرور مطبوعہ لاہور

۴۔ تاریخ نظریہ پاکستان ۔ از پیام شاہجہان پوری ۔ مطبوعہ لاہور

۵۔ ہمارا قائد ۔ زیڈ اے سلہری ۔ مطبوعہ لاہور

۶۔ سوانح قائد اعظم از سردار محمد خاں مطبوعہ بمبئی

۷۔ منشوراتِ قائد اعظم ۔ شیخ محمد یوسف بی اے مطبوعہ بمبئی

۸۔ تذکرہ اکابر تحریکِ پاکستان از محمد صادق قصوری ۔ مطبوعہ

۹ ۔ پاکستان پر ایک نظر از ڈاکٹر جی ایم ڈی صوفی ایم اے ڈی لٹ مطبوعہ بمبئی

۱۰۔ ہماری قومی جدوجہد ۱۹۳۸ء از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور

۱۱۔ آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان از ڈاکٹر محمد شجاع ناموس مطبوعہ لاہور

۱۲۔ تذکرہ اکابرِ اہلسنت از مولانا عبد الحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور

۱۳۔ نظریہ پاکستان اور نصابی کتب از پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

۱۴۔ پاکستان کا مسئلہ از نواب وزیر جنگ بہادر یار ؒ مطبوعہ حیدر آباد دکن

۱۵۔ ہندوستان کا معاشرتی مستقبل از ڈاکٹر سید عبد اللطیف مطبوعہ حیدر آباد دکن

۱۶۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا سوال از ڈاکٹر سید عبد اللطیف ۔ ” ”

۱۷۔ رپورٹ پیر پور شریف از ایس ایم شریف مطبوعہ دہلی

۱۸۔ کانگریسی حکومت میں مسلمانوں کی مصیبتیں از اے کے فضل حق مطبوعہ بمبئی

۱۹۔ بھارت کی واردھا تعلیمی اسکیم از ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ مطبوعہ دہلی

۲۰۔ الرشاد از پروفیسر سلیمان [illegible] اشرف بہاری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ۔ مطبوعہ لاہور

۲۱۔ پروفیسر مولوی حاکم علی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور مطبوعہ لاہور

۲۲۔ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی از میاں اخلاق احمد ایم اے مطبوعہ ساہیوال

۲۳۔ حقائق تحریک بالاکوٹ ۔ از شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی

۲۴۔ معارفِ رضا از سید محمد ریاست علی قادری مطبوعہ کراچی

۲۵۔ انوارِ رضا از حنفی شرکت لمیٹڈ لاہور

۲۶۔ حرفِ اقبال از مطبوعہ لاہور

۲۷۔ سپیچز اینڈ سٹیٹمنٹس آف اقبال از اے آر طارق مطبوعہ لاہور

۲۸۔ تحریک نظم جماعت از مولانا ابو الکلام آزاد مطبوعہ لاہور

۲۹۔ اجالا از ڈاکٹر مسعود احمد صاحب

۳۰۔ جنگِ آزادی کی تلخ یادداشتیں از رانا رحمٰن ظفر مطبوعہ لاہور

۳۱۔ سید احمد بریلوی کے فسانہ جہاد کی حقیقت از سید نور محمد قادری

۳۲۔ حیاتِ طیبہ از مرزا حیرت بیگ دہلوی ۔

۳۳۔ حادثہ بالاکوٹ اور اسکے اسباب از میاں محمد صاحب خاں چشتی

۳۴۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود

۳۵۔ تحریکِ آزادی ہند اور السوادِ اعظم از ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۳۶۔ دنیائے اسلام کے اسباب زوال از حسنین رضا بریلوی

۳۷۔ خون کے آنسو از مشتاق احمد نظامانی

۳۸۔ امتیاز حق از راجہ غلام محمد

۳۹۔ تحریکِ پاکستان کی ایک اہم دستاویز از مولانا محمد عبد الستار خان نیازی لاہور

۴۰۔ نور و نار از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۴۱۔ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان از ابو الحسن زید فاروقی مجددی سجادہ نشین خانقاہ مرزا مظہر جاناں شہید دہلی ۔

۴۲- حیات سید احمد شہید از جعفر تھانیسری

۴۳- قصہ نجد از محمد سرفراز مطبوعہ مجلسِ رضا چکوال

۴۴- سیرت سید احمد شہید از غلام رسول مہر

۴۵- تاریخ ہزارہ

۴۶- تذکرہ علمائے سرحد

۴۷- تاریخ تناولیاں

۴۸- ہندوستان میں وہابی تحریک از ڈاکٹر قیام الدین احمد

۴۹- مقالات سرسید حصہ نہم

۵۰- تاریخ الائمۃ فی ذکر خلفاء الامتہ از میر محبوب علی

۵۱- افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی از محمد سرور

۵۲- شہادت گاہ بالاکوٹ از پیام شاہجہانپوری

۵۳- مکتوبات سید احمد شہید از جعفر تھانیسری

۵۴- مخزنِ احمدی از مولانا محمد علی بریلوی

۵۵- اقبال کا آخری معرکہ از سید نور محمد قادری

۵۶- نگار پاکستان ڈاکٹر محمود حسین نمبر از ڈاکٹر فرمان فتح پوری مورخہ جون ۱۹۷۵ء

۵۷- دانائے اعظم، قیام پاکستان کے اسباب ومحرکات از اکرم زیباتی مطبوعہ کراچی

۵۸- شاہ حسن عسکری شہید رح اور تحریک آزادی کے عوامل وعواقب از سید اشتیاق اظہر کراچی

۵۹- دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی از خواجہ رضی حیدر

۶۰- الکلام امام احمد رضا قدس سرہ العزیز از مفتی برہان الحق جبلپوری مطبوعہ لاہور

۶۱- علماء اِن پالیٹکس از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔

۶۲- نگار پاکستان مولانا حسرت موہانی نمبر از ڈاکٹر فرمان فتح پوری ۱۹۷۵ء

۶۳- ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست از مولانا محمد جلال الدین قادری

۶۴- دارالعلوم دیوبند کے سو سال از مختار جاوید

۶۵- تبلیغی جماعت حقائق ومعلومات کے اجالے میں۔ از علامہ ارشد القادری مدیر "جام نور" جمشید پور انڈیا

۶۶- بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری

۶۷- واجد علی شاہ اور اُن کا عہد از رئیس احمد جعفری

۶۸- دی گریٹ ریولیوشن آف ۱۸۵۷ء از ڈاکٹر سید معین الحق مطبوعہ کراچی

۶۹- دی ڈسکوری آف پاکستان از ڈاکٹر عزیز احمد مطبوعہ لاہور

۷۰- تذکرہ مشائخ دیوبند۔ از مفتی عزیز الرحمٰن۔

۷۱- نقشِ حیات از مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی

۷۲- سیرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری،

۷۳- مہر منیر۔ سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی

۷۴- تذکرہ سید صبغت اللہ راشدی شہید آف پیر پگاڑہ

۷۵- حیات صدر الافاضل از مفتی سید غلام معین الدین مطبوعہ لاہور

۷۶- انوار رضا از حنفی شرکت لمیٹڈ لاہور

۷۷- تذکرہ مولانا غلام محمد ترنم از حکیم محمد موسیٰ امرتسری مطبوعہ لاہور

۷۸- تحریک پاکستان کے سات ستارے از حکیم محمد حسین بدر علیگ مطبوعہ لاہور

۷۹- منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ حصہ اول از حکیم محمد حسین بدر علیگ ،،

۸۰- آئیڈیالوجیکل بیسس آف پاکستان۔ از ڈاکٹر سید معین الحق مطبوعہ کراچی

۸۱۔ باغی ہندوستان از مولانا فضل حق خیرآبادی مطبوعہ لاہور
۸۲۔ تعارف علمائے اہلِ سنت از مولانا محمد صدیق ہزاروی
۸۳۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے سیاسی نظریات از محمد حنیف شاہد
۸۴۔ پاکستان اور کانگرسی علما کا کردار از مولانا ضیا الحامدی نقشبندی مجددی
۸۵۔ خطبہ صدارت آل انڈیا کانفرنس ۔ ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء از مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی مطبوعہ لاہور
۸۶۔ خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس ۔ از مولانا محمد جلال الدین قادری مطبوعہ گجرات
۸۷۔ مکتوبات حکیم محمد حسین بدر علیگ مرتبہ مولانا جلال الدین قادری
۸۸۔ تذکرہ مشائخ چشت سیکر شریف از حکیم محمد حسین بدر علیگ
۸۹۔ تذکرہ مظہر مسعود از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی
۹۰۔ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی واقعات و حقائق از میاں محمد شفیع مطبوعہ لاہور
۹۱۔ تاریخ احرار از امیر افضل حق مطبوعہ لاہور
۹۲۔ عظیم تحریک عظیم قائد از ولی مظہر ایڈووکیٹ
۹۳۔ مخالفینِ پاکستان ۔ مولانا ابوالحامد محمد ضیا اللہ قادری اشرفی

بھارت کا وفادار کانگرسی ٹولہ

جنوری ۱۹۸۶ء کے شروع میں دہلی میں صد سالہ تقریبات کے موقع پر علماء دیوبند کی طرف سے مولوی محمود الحسن کی یاد میں "شیخ الہند کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا جس میں پاکستان کے دیوبند حضرات و مشہور کانگرسی لیڈر سرحدی گاندھی اور ان کے بیٹے عبد الولی خاں کو بھی بطور خاص مدعو کیا گیا۔ اس کانفرنس میں اس کانگرسی ٹولے نے جو گل کھلائے اور بھارت کی وفاداری و پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ اسکی بعض اخباری جھلکیاں ملاحظہ کریں اور اس کا تاریخی ریکارڈ محفوظ رکھیں۔

فضل الرحمٰن ۔ ابنِ مفتی محمود نے کہا کہ "بھارت میں شیخ الہند سیمینار کے موقع پر عبد الولی خاں نے علماء و تاریخ کے سلسلے میں کوئی قابلِ اعتراض اور خلاف حقیقت بات نہیں کی تھی۔ بلکہ انہوں نے علمائے دیوبند کے کردار کی تعریف کی تھی اور ان لوگوں پر کڑی تنقید کی تھی جو علماء کا لبادہ اوڑھ کر انگریز حکمرانوں کے آلۂ کار کا کردار ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت میں مسلمان پاکستان کی نسبت مذہبی اور سیاسی طور پر ہم سے زیادہ آزاد ہیں ہندو مسلم فسادات میں حکومت بھارت کا کوئی عمل دخل نہیں ایسے فسادات تو پاکستان میں بھی ہوتے رہتے ہیں۔ نوائے وقت ۱۹ جنوری

• انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بھارت تقسیم نہیں ہوا (گویا پاکستان نہیں بنا) بلکہ مسلمانوں کو تقسیم کردیا گیا ہے اور اگر ہندوستان متحد رہتا تو مسلمان قوم اپنی عددی اکثریت سے ہندوؤں کے ساتھ مل کر آج ترقی کی منزلیں طے کرتے۔"

ہندوستانی قوم :۔ انہوں نے کہا کہ "شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے ہندوستانی وطنیت کا نعرہ سب سے پہلے لگایا وہ ہندو مسلم اتحاد کے داعیوں میں سے تھے انہوں نے علماء دیوبند کو اس نعرے کی پُرزور حمایت کی تلقین کی کہ ہندو اور مسلمان ہندوستانی قوم ہیں۔ (نوائے وقت ۱۸ جنوری)

نوائے وقت :۔ لیجئے ناظرین وقارئین کرام مولانا فضل الرحمٰن خلف الرشید مفتی محمود نے ولی خاں کا قصیدہ پڑھنے کے گن گانے بھی شروع کردیئے۔

• شیخ الہند سیمینار میں ولی خاں کی تقریر پر انہوں نے جو کچھ کہا سو کہا لیکن تان بھارت قصیدہ خوانی پہ یہ کہہ کر توڑی کہ "پاکستان کی نسبت بھارت میں مسلمان مذہبی اور سیاسی طور پر آزاد ہیں۔

• جامع مسجد دہلی کے امام سید عبداللہ بخاری کو تو یہ شکوہ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ لیکن مولانا فضل الرحمٰن پاکستان میں بیٹھے فتوےٰ دے رہے ہیں کہ بھارت کا مسلمان پاکستان کے مسلمان سے کہیں زیادہ آزاد ہے۔

• انگریز کے زمانے میں بھی جب اس قسم کی بات کہی گئی تھی تو حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

• لیکن مولانا فضل الرحمٰن نے تو اپنی آبائی روایت کو بھی چار چاند لگا دیئے ان کے والد نے ایک موقع پر فرمایا تھا شکر ہے۔ کہ "ہم پاکستان بنانے والوں (کے گناہ) میں شریک نہ تھے۔" اس بات کو ان کے خلف الرشید نے آگے بڑھا کر فرمایا ہے کہ

"بھارت کا مسلمان پاکستان کے مسلمان سے مذہبی اور سیاسی طور پر زیادہ آزاد ہے۔"

مولانا سے کون کہے کہ پھر آپ پاکستان میں اپنی عمر عزیز کیوں ضائع کر رہے ہیں مذہبی اور سیاسی آزادی کا نعرہ اٹھانے کے لئے بھارت کیوں نہیں چلے جاتے۔ (سرراہے نوائے وقت ۲۰ جنوری)

میاں محمد عارف ایڈووکیٹ گوجرانوالہ بھی شیخ الہند کانفرنس میں شریک ہوئے مولوی فضل الرحمٰن کے برعکس انہوں نے بتایا کہ "بھارت کے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت انتہائی خراب اور قابلِ رحم ہے کیونکہ ملازمتوں اور کاروبار میں ان کا حصّہ نہ ہونے کے برابر ہے انہوں نے کہا کہ شیخ الہند کانفرنس میں ولی خاں نے اپنی تقریر میں پاکستان مسلم لیگ کا حرامی بچہ تک کہہ دیا۔ "نوائے وقت لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۸۶ء)

عبدالولی خاں "مولانا اسعد مدنی نے خان عبدالولی خاں کو اظہار خیال کی دعوت دی تو انہوں نے تحریکِ آزادی میں علماء دیوبند کے کردار کو بیان کرنے کے علاوہ دوسرا رُخ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ تحریکِ آزادی جب چل رہی تھی۔ تو بہت سے ایسے علماء تھے جو انگریز کے تنخواہ دار تھے انہیں تنخواہ دار علماء نے تحریکِ پاکستان کا ساتھ دیا

پاکستان کا قیام اسی سازش کی کڑی تھی۔ (نوائے وقت لاہور ۱۸ جنوری ۱۹۸۶ء)

"رضائے مصطفےٰ" ملاحظہ فرمایئے عبدالولی خاں نے قیام
پاکستان اور مجاہدینِ تحریکِ پاکستان علماء کرام کے خلاف کس قدر بغض و خبث
کا اظہار کیا ہے اس کے باوجود مولوی فضل الرحمٰن اسکی ناجائز وکالت کرتے
ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے کوئی قابلِ اعتراض اور خلافِ حقیقت بات نہیں
کی حالانکہ یہ غلط بیانی محض ولی خاں کی ہم نوائی اور کانگرس نوازی ہے۔

عبدالغفار خاں علمائے دیوبند کے ممدوح اور عبدالولی خاں
کے باپ سرحدی گاندھی نے اپنے ایک تازہ بیان میں کہا ہے کہ محمد علی جناح
کا پاکستان ٹوٹ چکا ہے اور موجودہ پاکستان کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔
(جنگ لاہور ۲۰ جنوری)

سابقہ کردار: صوبہ سرحد میں عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی،
مجلسِ احرارِ اسلام، جمعیت علمائے ہند، علامہ مشرقی کے خاکسار، کانگرس کے
نیشنلسٹ مسلمان (مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے تحریکِ پاکستان کی زبردست
مخالفت کی تھی۔ جب کانگرس نے مطالبہ پاکستان تسلیم کر لیا تو عبدالغفار نے
گاندھی وغیرہ سے سخت شکوہ کیا اور کہا کہ ہمیں بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا
گیا ہے (نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۸۵ء)

یہ ہے دارالعلوم دیوبند اور اسکے شیخ الحدیث اسعد مدنی اور اُن کے رفقاء
کا پاکستان دشمن رویہ۔ اور یہ ادارہ پاکستانی نصابِ تعلیم میں شامل ہے۔

تحریکِ پاکستان کے مخالف اداروں کو نصاب تعلیم میں شامل کرنے کی
ضرورت نہیں۔ بلکہ تحریکِ پاکستان کے حامی تعلیمی اداروں کو نصاب تعلیم میں شامل
کرنا چاہیئے۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۔ دارالعلوم نعیمی مراد آباد
۳۔ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی ۴۔ اسلامیہ کالج لاہور
۵۔ اسلامیہ کالج امرتسر ۶۔ سندھ مدرسہ کراچی
۷۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

— مسلمان نام کے تو ہیں مگر ہیں کام کے ہندو
وہ ہیں آغاز کے مسلم مگر انجام کے ہندو

افسوس تو اس بات کا ہے کہ حکومت میں شامل حضرات بھی تاریخ
پاکستان کو بدل کر پیش کر رہے ہیں۔ تعجب ہے اعلیٰ برسرِ اقتدار حضرات کا نوٹس
نہ لینا مزید افسوس کن ہے اس کتاب میں مستند تاریخی دستاویزات سے
ملک دشمن عناصر یعنی قوم پرست مسلمانوں اور گاندھی بھگت علماء کی ملک دشمنی، ہندو
نوازی اور پاکستان دشمنی کا ثبوت صاف صاف درج کیا گیا ہے تاکہ نوجوان نسل اور
ریسرچ اسکالر جو تحریکی تاریخ پر تحقیقی کام کر رہے ہیں مخالفینِ پاکستان اور محبانِ قوم و ملک
کا تجزیہ کر سکیں۔ آئے دن مسلم لیگ کی قومی حکومت کی طرف سے بھی یہ اعلان ہوتا
رہتا ہے کہ مخالفین پاکستان کے ارادوں کو ناکام بنا دیا جائے گا۔ ہم حکومت سے
مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت اپنی افسر شاہی کا بھی خوردبین سے معائنہ کرے
جن کا حکومت میں کافی عمل دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک پاکستان میں ببانگ دہل
تفرقہ بازی کو ہوا دی جاتی ہے لیکن آج تک حکومت ان لوگوں کے منہ میں لگام نہ
دے سکی اور نہ ہی اُن کی نشاندہی کر سکی ہے یہ تین تین افراد کی جماعتیں تفرقہ اور
انتشار کی فضا پیدا کرنے والے کون ہیں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ۔

علمائے سُو پاکستان کے مخالف تھے اور آج بھی وہی ہمارے ملکِ عزیز کو پھلتا پھولتا دیکھنا نہیں چاہتے اور مسلمانوں میں افتراک و انتشار کی فضا پیدا کرتے رہتے ہیں

ہائے تعصّب تیرا بُرا ہو تو کیسا مخفی اثر کر کے بڑے بڑے اہل الرائے کو بھی حیران کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہندو اور یہودی لابی کے مورخین تاریخی حقائق کو مسخ کر کے من گھڑت قصوں کی اختراع کر کے قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں

جناب ڈائریکٹر جنرل اکیڈمی آف ہائیر ایجوکیشن اسلام آباد

آپ کی اطلاع کے لیئے یہ چند معروضات پیش کی گئی ہیں ان تاریخی حقائق پر اور تعلیمی بددیانتی پر غالباً کئی صاحب اور بھی روشنی ڈالیں گے اور پاکستان میں گاندھی بھگت اور یہودی لابی کے مورخین اور قلمکاروں کے چہروں سے بھی نقاب کشائی کریں گے۔

یہ محض الزامات نہیں ہیں ہمارے پاس تاریخی شہادتیں ہیں ہم اسکے ثبوت میں ٹھوس براہین اور تاریخی دلائل پیش کریں گے اور کر سکتے ہیں۔

از راہ کرم آپ بھی اسطرف توجہ فرمائیں کیونکہ ہر محب وطن پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ ان گاندھی بھگت مورخین کا محاسبہ کریں جو ہمارے نصابِ تعلیم میں متحدہ قومیت کا بیج بو کر دو قومی نظریہ کو مسخ کر کے اسلامیانِ پاکستان میں لامرکزیت اور تفریق پیدا کر رہے ہیں۔

والسلام

حکیم محمد حسین بدر چشتی

صدر مجلس تحریک کارکنان پاکستان (رجسٹرڈ) بہاولپور ڈویژن

ڈیرہ نواب صاحب

مفکرینِ پاکستان کی آراء

۷۸۶
۲-۹۲

سیکر ہاؤس لطیف آباد، (حیدر آباد سندھ)

۱ر اگست ۱۹۸۶ء

محترم جناب حکیم صاحب - سلام مسنون

کل صبح میر پور خاص سے واپسی پر آپ کی کتاب "منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے" کی تین کاپیاں مل گئیں۔ رسید حاضر ہے

وزیر اعظم کے نام کھلا خط اور دیگر مشاہیرِ ملک کے خطوط پر مشتمل یہ کتاب بہت عمدہ ہے اور ملی تاریخ کے لیئے مستند مواد فراہم کرتی ہے۔ مستقبل کا مورخ اگر ایمانداری سے اس ملک کی ماضی کی تاریخ کبھی لکھے گا تو آپ کی نگارشات اس کے لیے مواد کا کام دیں گی۔ کل میں نے اس رسالہ کو دو مرتبہ پڑھا۔ جب اس کا تیسرا حصہ بھی طبع ہو جاتے تو مکمل نسخہ وزیر اعظم پاکستان کو بھی بھجوا دیجیئے۔

مخدوم سید اکرم حسین سیکری

حیدرآباد

ڈائریکٹر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

۳۰ - نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی - کراچی ۵

۲۶ اگست ۸۶ء بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی جناب حکیم محمد حسین بدر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ مورخہ ۱۲ اگست موصول ہوا۔ شکریہ۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ہماری قومی تاریخ کے نہایت اہم پہلو پر تحقیق کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حقیقتاً یہ بہت ضروری تھا کہ ان حضرات اور تحریکوں کی طرف توجہ کی جاتے جن کے ذکر کو بعض شائع شدہ کتابوں میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر جگہ نہیں دی گئی۔ حالانکہ تحریک وتاریخ پاکستان میں ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ کی تصنیف جلد شائع ہو کر بازار میں آ جائے گی۔

والسلام

آپ کا مخلص

ڈاکٹر سید معین الحق - کراچی

ڈاکٹر محمد مسعود احمد - کراچی

۴ ستمبر ۱۹۸۶ء باسمہ تعالیٰ

مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! نوازش نامہ اور کتاب کا دوسرا حصہ بھی موصول ہوا۔ یہ پہلے حصہ سے صاف ہے۔

جن حقائق کی طرف آپ نے متوجہ کیا ہے اہل علم کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری تھا۔ ہماری خاموشی، بے نفسی سے مخالفین نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اب خاموشی کا وقت نہیں، حقائق کو واشگاف کرنے کا وقت ہے تاکہ عوام و خواص کو حق و باطل کا اندازہ ہو سکے۔

بیشک حق بلند ہونے ہی کے لیئے ہے۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

محمد جلال الدین قادری، گجرات

گجرات

۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ   محترمی جناب حکیم صاحب!

سلام مسنون! آپ کی مرسلہ کتاب "منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے" حصہ دوم موصول ہوئی۔ کرم فرمائی کے لیے ممنون ہوں۔

آپ نے جس دردِ دل اور سوزِ جگر سے تاریخ و نظریۂ پاکستان کو اجاگر کرنے کے لیے مساعی فرمائی ہیں اور یہ موجودہ کتاب اسی کا حصہ ہے۔ ان شاء اللہ عند اللہ و عند الناس مقبول و منظور ہوں گی

مختلف حوالوں سے اور مختلف ذرائع سے آپ جس جہاد میں مصروف ہیں اور پیہم مصروفِ عمل ہیں میری معلومات کے مطابق صرف محدودے چند حضرات اس طرف متوجہ ہیں اور شاید آپ کی آواز سب پر غالب ہے اس حیثیت سے آپ کی سبقت واضح ہے۔

ہر محبِ وطن پاکستانی کی طرح یہ فقیر بھی دست بدعا ہے کہ آپ کی نشاندہی کے مطابق ہماری تاریخ جلد مرتب ہو اور اسے سرکاری سرپرستی اور منظوری میسر آئے۔

والسلام

فقیر محمد جلال الدین قادری
عفی عنہ گجرات

ادارہ تحقیقات امام احمد رضاؒ

سید ریاست علی قادری - کراچی

تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۸۶ء

محترم حکیم صاحب مدظلہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کی بھیجی ہوئی کتب موصول ہوئیں۔ محمد خاں جونیجو کے نام کھلا خط۔ "منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے"۔ ماشاء اللہ بہت خوب لکھی ہے۔ آپ کی اسی کوشش سے کم از کم صاحبِ اقتدار لوگوں کی آنکھیں ضرور کھلی ہونگی۔ آپ نے صحیح فرمایا کہ پاکستان کی تاریخ لکھنے والے وہی حضرات ہیں جنہوں نے پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نصاب میں ایسے لوگ ٹھونس دیئے گئے ہیں جو پاکستان کے مخالف تھے لیکن پاکستان بن جانے کے بعد وہی پاکستان کی بقا و استحکام کے ٹھیکیدار بن گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس نیک عظیم اور با مقصد کام میں کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

ریاست علی قادری

محمد مرید احمد چشتی ضلع جہلم

۲۶/۸/۸۶ء

محترمی ——— السلام علیکم

آپ کا تحفہ انیقہ "منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے" کا دوسرا حصہ ملا۔ عنایت و کرم کے لیے ممنون ہوں کتاب معلومات کا خزانہ ہے۔ اور اسکی ترتیب میں بڑی محنت و کاوش کی گئی ہے۔ یہ کتاب آپ کے محب وطن ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں جن خدمات کا ذکر کیا ہے اس کا احساس ہر محب وطن کو ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کے یہ ریمارک قابل توجہ ہیں:۔

"اپنوں میں سے بھی بعض ایسے حضرات نے جو علم دین کے دعویدار تھے اسکی مخالفت کی۔ لیکن اس کام نے ہونا تھا۔ چنانچہ یہ ہو کے رہا۔ ابھی وہ لوگ باقی ہیں جنھوں نے پاکستان کی تاریخی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے جو آگ اور خون کے اس دریا سے ہو کے نکلے ہیں۔ لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے وہ لوگ جو پاکستان کے سخت مخالف تھے انھیں پاکستان بنانے والے ثابت کیا جا رہا ہے تاریخ آیات الٰہی میں سے ایک آیت ہے اسے مسخ کرنا بہت بڑا جرم ہے۔"

(میاں عبدالرشید: نور بصیرت، نوائے وقت، لاہور مورخہ ۱۳ اگست ۸۶ء)

اللہ کرے آپ کی سعی بلیغ پر ارباب اقتدار توجہ دیں۔ آمین!

راقم کے نام سرگودھا سے ایک خط کا اقتباس

بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۱۹-۸-۸۲

اقتباس از مکتوب مورخہ ۶-۹-۸۲ بنام جناب ایم اے قریشی ———
بانی اسلامیہ کالج کراچی

احقر نے بزم مولانا قاسم نانوتوی کے آخری اجلاس میں بانی اسلامیہ کالج کراچی
ناب ایم اے قریشی کا یہ حیرت انگیز انکشاف پڑھا کہ "اگر علمائے دیوبند نہ ہوتے
ثاید یہ پاکستان نہ بنتا" تو مجھے اپنی زندگی کے چند تاریخی حقائق یاد آگئے۔ سب
ے پہلے تو مجھے ہٹلر کے وزیر پروپیگنڈہ ڈاکٹر گوبلز یاد آیا جس کا یہ مقولہ تھا کہ بار بار
ھوٹ بولتے رہو کچھ دنوں بعد یہ جھوٹ سچ بن جائے گا۔ اگر اسکی روح نے یہ مذاکرہ
نا ہوگا تو اسکو بھی یقیناً یہ حسرت ہوئی ہوگی کہ کاش میں ہندوستان میں نیشنلسٹ
ماء کے پیروکاروں کا شاگرد رشید ہونے کا شرف حاصل کر لیتا تو میں ناکام
ہوتا۔ لیکن یہ بات تو دوران تحریر سخن گسترانہ یاد آگئی۔ ورنہ قریشی صاحب نے یہ
رست ہی فرمایا ہے کیونکہ جب اللہ کے کرم سے پاکستان معرض وجود میں آگیا اور
ائد اعظم کو کافر اعظم کا فتویٰ لگانے والے شکست سے دوچار ہو گئے اور دشمنان
اکستان کانگرس کے وظیفہ خواروں کو قدرت نے نیچا دکھایا تو ایک شخص نے

قائدِ اعظم سے یہ فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے (قائدِ اعظم) پاکستان حاصل کر لیا تو قائدِ اعظم نے فوراً جواب دیا کہ پاکستان بنانا تنہا میرا کام نہیں تھا۔ اسمیں نصف جدو جہد مسلمانانِ ہند کی ہے اور نصف کانگریس کے مخالفانہ رویّہ کی۔ چونکہ نیشلسٹ علما کی مخالفت کے ردِ عمل کی وجہ سے مسلمانانِ ہند نے پاکستان کے لیئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ آجتک مسلمانوں نے مسلمانوں کو کفار سے پیسے کے لالچ میں جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور آج بھی پہنچا رہے ہیں کفار سے نسبتاً کم نقصان پہنچا۔ کیونکہ کفار کو مسلمان نام نہاد علما کی کمزوری کا بخوبی علم ہے کہ وہ زر کے لالچ میں سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً کہ

۱۔ کیا سعودیوں نے انگریزوں کی مدد سے کرنل لارنس کی معرفت لاکھوں پونڈ رشوت لے کر سلطان عبد المجید والیٔ ترکی کی حکومت کو برباد کیا۔

۲۔ کیا کرنل لارنس سے رشوت حاصل کر کے عرب اور غیر عرب کا سوال پیدا نہیں کیا جو آج تک موجود ہے۔

۳۔ کیا رسولِ پاک ﷺ کے روضہ مبارک سے کروڑوں روپے کے نوادرات نہیں لوٹے اور مکہ و مدینہ کے باشندگان کو شہید نہیں کیا۔

۴۔ اسی طرح پاک و ہند میں شاہ ظفر تاجدار پاک و ہند کے شہزادوں کے سروں کو بطور ناشتہ پیش کرنے والے ظالم انگریزوں کی حکومت کو فتویٰ نوازی سے مضبوط نہیں کیا جیسا کہ علمائے دیوبند کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں کے حق میں فتویٰ دیا (مرزا حیرت دہلوی حیاتِ طیبہ مطبوعہ دہلی ص ۲۹۶)۔

۵۔ جناب ابو الحسن ندوی ... اپنی کتاب سیرت احمد شہید حصہ اول صہ ۱۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ معرکہ بالاکوٹ کے سفر کے دوران مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی

اور اُن کے ہمراہیوں کو ایک انگریز افسر نے کھانا کھلایا جبکہ ایک شام کو ان کی کشتیاں ایسے مقام پر پہنچیں جہاں آبادی کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا۔ خدا معلوم انگریز نے وہ کھانا مسلمانوں سے پکوایا تھا یا عیسائیوں سے۔

۶۔ ۱۹۵۹ء میں امیر فیصل مرحوم نے بطور نائب وزیرِ اعظم بھارت کا دورہ کیا۔ اور راج گھاٹ پر گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے۔ روزنامہ نوائے وقت ۵/۵۵ ۱۱ نیز ۱۹۸۰ء میں دیوبند کے جشن صد سالہ میں اندرا گاندھی کو کرسیٔ صدارت پیش کی گئی کیا فرماتے ہیں علما خود ساختہ موحدین کہ قرآن شریف کی کس آیت کی رو سے ایک مشرکہ کو بھوت صدارت دی۔

یوں تو بیشمار ہیں سخنہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئیں
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے
عرب ہی بجلی عرب ہی گلشن
عرب ہی قاتل عرب ہی دشمن
عرب کے شعلے عرب کا دامن!
عرب کا خنجر عرب کی گردن

(رئیس امروہوی)

۷۔ فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

۷۔ گستاخانِ صحابہؓ اور گستاخانِ رسولؐ بھی اپنے آپ کو قرآن و حدیث کے تابع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ؏

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

؎ یوں تو بے شمار ہیں سخنہائے گفتنی

خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئیں

گویا ؏ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کفار کو مسلمانوں کی کمزوری کا علم ہے۔ بہت سے علما بکاؤ مال ہیں۔ جیسا کہ ۱۹۵۰ء میں جناب مسعود احمد کھدر پوش کو امریکہ نے امام مہدی بننے کے لیے دس لاکھ ڈالر کی پیشکش کی تھی۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ لیکن سب تو کھدر پوش نہیں ہوتے۔ بہت سے تو معمولی رقم میں قوم کا سودا کر لیتے ہیں۔ آخر میں یہ مؤدبانہ گذارش ہے کہ خدا کے لیے مسلمانوں کو مزید انتشار سے دوچار نہ کریں اور اپنے کسی خاص برانڈ کو مسلمانوں پر مسلط نہ کریں۔

راقم محمد الطیب حال قادری سرگودھا

1857ء کی جنگِ آزادی کے شہدا

کی یادگار مینارِ پاکستان کی طرح اسلام آباد میں تعمیر کی جائے

— حکومتِ پاکستان سے عوامی مطالبہ —

• مجلس کارکنانِ تحریکِ پاکستان

اَلحَذر!

اِس نازک دَور میں جب کہ قوم کا سیاسی شعور پختہ نہیں بعض حضرات "مُتحدہ قومیّت" کے عَلَم بردار عُلماء کے کِردار کو مُحسنِ اِسلام بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اُور شاید وُہ اِس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ غیر شعُوری طور پر نئی نسل کے دِل میں اُن کی محبّت قایم کر کے بالواسطہ طور پر "مُتحدہ قومیّت" کے تصوّر کو پھیلا رہے ہیں، یہ طرزِ عمل نہایت ہی خطرناک ہے۔

(تحریکِ آزادیٔ ہند اُور السّوادُ الاعظم
مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، صفحہ ۲۶)

○

کانگریسی مُلّاؤں کے نام

(حافِظ مظہرُ الدّین)

شِعر کیا ہو؟ کِس طرح ہو آج شعر و شاعِری
ہیں نظر کے سامنے کچھ کانگریس کے مَولوی

دیو قامت، دیو صُورت، دیو فِطرت، دیو خُو
اِشتراکی جام سے بدمست، محوِ ہاؤ ہُو

سامنے نوعِ بشر کے غُول یہ جنّات کا
رقص یہ مُفتنوں کا اَور عالم یہ پچھلی رات کا

مسخرے، بہرُوپیے، جاہل، مداری، طُرفہ کار
صُورت و سیرت ہنومانی، ہنومانی شِعار

چہرے بے رَونق جبینیں ناشناسِ رنگ و نُور
ہے باندازِ دِگر اَب کالی دیوی کا ظہُور

اَب بھی کھدّر پوش ہیں، کھدّر ہے ملبوسِ بدن
ہے انہیں مرغُوب خاطر اَب بھی گاندھی کا چلن

ہندوؤں کے ریزہ چیں، نہرو کے پروردہ یتیم
ان میں پیدا ہو نہیں سکتا کبھی ذوقِ سلیم

نغمۂ یثرب کہاں اُن کے شکستہ ساز میں
ہاں! مگر ہے کانگریس کا زیر و بم آواز میں

ہے حقیقت، ذوق و مستی زاید از نانِ حلال
ہے حقیقت، عِشق و رِقّت آید از نانِ حلال

ہے حقیقت، بر سماعِ راست ہر کس چیز نیست
ہے حقیقت، طعمۂ ہر مُرغکے انجیر نیست

عالمانِ دین و حق! اَے مُفتیانِ شرع و دیں!
دینِ محبُوبِ خدا کافی ہے یا کافی نہیں؟

یہ بھی ہے کیا نکتۂ پیچیدۂ علمِ کلام!
کچھ تو بولو! تم بھی ہو آخر مساجد کے اِمام!

دینِ فِطرت کے ہو تم قایل کہ ترکِ دین کے؟
ماننے والے ہو آخر کون سے آئین کے؟

یہ دو رنگی اَور یہ گُفتار میں ژولیدگی؟
یہ تصنّع، یہ تقدّس اَور یہ بازی گری؟

خُوب ہے یہ مسخرہ پن بھی، مگر کِس کام کا
تُم نے رُسوا کر دیا عالم میں نام اِسلام کا

○

روزنامہ "ندائے مِلّت" لاہور (مدیر مجید نظامی) اشاعت ۲۲۔ فروری ۱۹۷۰ء

ہِندُو نواز عُلمأ

جَب ___ اَور ___ اَب

مُسلمانوں کو سیاسی طور پر گُم راہ کرنے کا منصب ان کے سپُرد تھا۔ ان کا کام بھی صُبح شام قائدِ اعظم اَور مُسلم لیگ کو گالیاں دینا تھا۔ اُس وقت پاکستان کے مُخالِف تھے۔ اِس کے خلاف فتوے جاری ہوتے تھے۔ اَب اِسی پاکِستان میں اِسلام کا آئین نافذ کرنے کا مطالبہ ہے۔ اگر خُدانخواستہ پاکِستان کا قیام نہ ہوتا تو خُدا معلُوم یہ اِسلام کہاں نافذ کرتے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جِنھوں نے آج تک پاکِستان کو دِل سے قبُول نہیں کِیا۔ جو اَب بھی قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب شنجے گاندھی کی رُوح کو بخشتے ہیں اَور برملا کہتے ہیں کہ پاکِستان بنانے کے گُناہ میں ہم شرِیک نہیں تھے۔ حضرت علاّمہ اِقبال نے ان کے اِس فتوے سے متاثر ہو کر فرمایا تھا ؎

مسرود بر سرِ منبر کہ مِلّت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمّدِ عربی ست

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۳-اپریل ۱۹۸۲ء
(میگزین صفحہ ۷)

◎

حیاتِ مؤلّف

مرتبہ

حکیم محمّد اُفتخار حسین اظہر چشتی

حضرت شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشرقی پنجاب کے ممتاز راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حکیم مولوی میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاں اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین اور حاذق طبیب تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ صدر الصدور دہلی کے درس میں تعلیم حاصل کی تھی۔

آپ کے دادا اور والدِ محترم بھی اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین اور فاضل طبیب تھے۔ دور دراز سے تشنگانِ علم ان کے درس سے علمِ دین اور فنِ طب کے حصول کے لیے تشریف لاتے۔

پیدائش

آپ ۲۰ جون ۱۹۲۲ء میں قصبہ بھوما وڈالا ضلع امرتسر مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم عربی و فارسی اور طب کی تعلیم خاندانی روایت کے مطابق اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی۔ درسِ نظامی سے فارغ ہو کر مڈل سکول بھولا وڈالا میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد ہائی سکول مجیٹھا سے میٹرک پاس کر کے ایف اے مسلم اورنٹیل کالج امرتسر سے پاس کیا۔ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے اور بی اے کا امتحان علی گڑھ سے پاس کیا۔

تحریکِ پاکستان میں حصّہ

علی گڑھ میں تعلیم کے دوران ہی سے آپ نے تحریکِ پاکستان میں حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بھی تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

۱۹۴۴ء میں ۹۲ انڈین ملٹری ہسپتال کمیلا (بنگال) میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعد میں ریڈیو سیون ملٹری سیکشن میں اردو اناؤنسر کی جگہ کام کرتے رہے۔

مارچ ۱۹۴۵ء میں کامن ویلتھ ریڈیو اسٹیشن کیوریے جاپان میں اردو اناؤنسر کی آسامی پر فائز رہے۔

۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں کانگریس اور مسلم لیگ کا الیکشن مہم کے دوران رپورٹنگ کرتے وقت برصغیر کی تمام شخصیتوں سے انٹرویو لیے۔

۱۶ جون ۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس اے۔ آر۔ پی گراؤنڈ کمیلا (بنگلہ دیش) اور ۱۲ اگست ۱۹۴۵ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں بھی شرکت کی جن میں حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ نے قیام پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔

۲۵ اپریل ۱۹۴۸ء کو جاپان سے ملازمت ترک کر کے مدراس، پونا ناسک و بمبئی کے راستے کراچی پہنچے اور پاکستان میں آتے ہی جہادِ کشمیر میں دو سال عملی حصہ لیا۔

ریاست بہاولپور میں قیام

آپ نے ۱۹۵۲ء میں ڈیرہ نواب صاحب ریاست بہاولپور میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔

۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء میں اسٹیٹ طبی کانفرنس بہاولپور کی بنیاد ڈالی

۲۴ فروری ۱۹۵۷ء میں پاکستان سوشل ویلفیئر آرگنائزیشن قائم کی۔

آپ ان دونوں اداروں کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں جہاد کمیٹی ڈیرہ نواب صاحب قائم ہوئی تو آپ اس کے بھی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

طبی خدمات

۱۹۵۲ء میں ڈیرہ نواب صاحب ریاست بہاولپور میں مستقل قیام کے بعد آپ نے "جدید شفاخانہ" کے نام سے اپنا مطب شروع کیا اور بہت جلد ہی اپنی فنی وطبی خدمات کے صلہ میں دور ونزدیک شہرت حاصل کرلی۔ آپ کی رات دن کی طبی خدمات کے پیشِ نظر ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء میں جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی نے آپکو "شمس الاطباء" کا خطاب عطا فرمایا۔

آپ نے فنِ طب کی ترویج وترقی کے لیئے ڈیرہ نواب صاحب میں "ادارہ تحقیقات طبیہ" قائم کیا۔ جس کے تحت آپ نے بہت سی کتب طبع کرائیں۔ اور بعض عربی وفارسی کتب کے تراجم بھی طبع کرائے۔ آپ ہمیشہ فنِ طب کی ترقی کے خواہاں رہے۔ اور اس فن شریف کی بقا کے خلاف ہر محاذ پر نبرد آزما رہے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں جب لفٹیننٹ جنرل واجد علی برکی وزیر صحت مغربی پاکستان نے گورنمنٹ طبیہ کالج بہاولپور کو بند کرنے کے احکامات صادر کیئے۔ تو آپ نے اس طبیہ کالج کی بحالی اور اجراء کے لیئے مسلسل کوششیں جاری رکھیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں ایک وفد کے ہمراہ گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خاں سے ملاقات کی اور انہیں اپنے موقف سے آگاہ کیا اور جناب صدر مملکت جنرل محمد ایوب خان سے صادق گڑھ پیلس میں جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی کی قیادت میں ملاقات کی اور انہیں عباسیہ طبیہ کالج بہاولپور کے اجراء کے لیئے درخواست کی۔ پاکستان بھر کے قومی ومعروف اخبارات میں اداریئے لکھے گئے۔ اور بہاولپور ڈویژن کی تمام ڈسٹرکٹ کونسلز سے طبیہ کالج کے اجراء کے لیئے قرار دادیں منظور کی گیئں۔ بالآخر آپکی اور آپ کے ساتھیوں کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور مسلسل دو سال کی تگ ودو کے بعد

۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ عباسیہ طبیہ کالج بہاولپور کا دوبارہ اجراء ہوا۔

سماجی خدمات:-

آپ کو بچپن ہی سے محتاجوں، ضعیفوں اور نادار لوگوں کی خدمت کرنے کا شوق تھا۔ آپ نے بچپن میں ہی اپنے گاؤں میں خدمتِ خلق کے جذبہ سے ایک انجمن قائم کی ہوئی تھی۔ جس میں تمام بچے ہر ہفتہ میں اس وقت کے مطابق ایک آنہ اکٹھا کرتے اور اس طرح جب کچھ رقم جمع ہوجاتی تو کبھی مساجد کی صفیں خریدی جاتیں کبھی کسی غریب بچے کو کتب مہیا کی جاتیں اور کبھی کسی بھی نادار کی امداد کردی جاتی۔ یہی جذبہ ہمدردی تھا۔ جس کے تحت آپ ہمیشہ دوسروں کے کام آتے رہے۔ آپ نے کبھی کسی عہدہ کیلئے تگ ودو نہ کی اور نہ ہی کبھی ذاتی اغراض کو مدِ نظر رکھا۔ سخت کڑکتی دھوپ ہو یا بادو باراں، رات ہو یا دن، جب کسی بھی وقت کوئی بے چین مریض آپ کے در تک پہنچا آپ نے کبھی اُسے مایوس نہیں لوٹایا۔ آپ ہمیشہ غریبوں کے ہمدرد رہے اور ہمیشہ مستحق اور غریب ونادار مریضوں کا مفت علاج کرتے رہے۔

اسی جذبہ کے تحت آپ نے ۱۹۵۷ء میں اپنے دیگر ساتھیوں بالخصوص جناب لفٹیننٹ محمد ایاز خاں صاحب کے تعاون سے "پاکستان سوشل ویلفیئر آرگنائزیشن" کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت "ایک دارالمطالعہ" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ غریب اور مستحق بچوں کو نصابی کتب مفت مہیا کی جاتیں۔ محفلِ میلاد شریف اور دیگر دینی تقاریب منعقد کی جاتیں۔ بزرگانِ دین صوفیائے کرام کے یوم منائے جاتے۔

دینی خدمات:-

آپ کو بزرگانِ دین صوفیائے کرام سے نہایت دلی لگاؤ تھا۔ آپ اکثر ان کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ مذہبی تقاریب بالخصوص محفلِ میلاد شریف میں نہایت ذوق وشوق سے شامل ہوتے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قطعاً کوئی گستاخی برداشت نہیں کرسکتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے گستاخانِ رسول کے خلاف آخری وقت تک جہاد جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف اس بات کا منہ بولتا

ثبوت ہیں۔ آپ کو ایک عظیم الشان مدرسہ کے قائم کرنے کا بیحد شوق تھا۔ آپ کے اسی جذبہ کے پیش نظر جب آپ اپنے شیخِ کامل حضرت مخدوم سید اکرام حسین شاہ چشتی سیکری مدظلہ العالی سے بیعت ہوتے تو انہوں نے خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب کی تعمیر کا کام آپ کے سپرد کیا۔ لھذا آپ نے اپنے مرشد کریم کے حسب الارشاد اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ اس خانقاہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ اور ایک خیراتی شفاخانہ کے علاوہ شعبہ نشر واشاعت بھی قائم ہو چکا ہے جو آپکی دینی خدمات کا بیّن ثبوت ہے

بیعت و اجازت :-

آپ نے ۱۲ جون ۱۹۶۶ء میں حضرت مخدوم سید اکرام حسین شاہ چشتی سیکری مدظلہ العالی کے دستِ مبارک پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت پیر ومرشد نے آپ کی صلاحیتوں کا جائزہ لے کر آپ کو ۹ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ کی خلافت و اجازت سے نوازا۔

تصانیف :-

آپ کو تصنیف وتالیف کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے طب، سوانح اور تاریخ وتصوّف پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں اور عربی وفارسی کتب کے تراجم بھی کئے۔ ان میں سے چند کتب طبع بھی ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ تاریخ الاطباء پاک وہند (چہار جلد) غیر مطبوعہ
۲۔ جنگِ آزادی کا عظیم مجاہد (حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ) غیر مطبوعہ
۳۔ علامہ اقبال اور نیشلسٹ علماء ۔ غیر مطبوعہ
۴۔ تاریخ الاطباء بہاولپور غیر مطبوعہ
۵۔ منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے (تین حصّے مطبوعہ)
۶۔ ترجمہ تعلیم السلیم فی الباہ ۔ غیر مطبوعہ
۷۔ ترجمہ بیاضِ اکبر۔ غیر مطبوعہ

۸۔ ترجمہ تحفہ قادریہ غیر مطبوعہ
۹۔ ترجمہ اکسیر عربی "
۱۰۔ ترجمہ اقوال حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مطبوعہ
۱۱۔ ترجمہ مطب علوی خاں۔ غیر مطبوعہ
۱۲۔ افاداتِ بدر (چہار جلد) اوّل، دوم مطبوعہ (سوم وچہارم غیر مطبوعہ)
۱۳۔ تحقیقاتِ طب (شش جلد) غیر مطبوعہ
۱۴۔ تذکرہ مشائخ چشت ۔ (غیر مطبوعہ)
۱۵۔ بیاض بدر غیر مطبوعہ
۱۶۔ مکتوباتِ بدر "
۱۷۔ سل ودق مطبوعہ
۱۸۔ ترجمہ قرابادین ملتانی "
۱۹۔ ترجمہ مخزن الاکسیر "
۲۰۔ ترجمہ مجرباتِ حکیم علی گیلانی "
۲۱۔ ترجمہ بیاض خاص ۔ "
۲۲۔ رسالہ حفظانِ صحت "
۲۳۔ رسالہ سماجی بہبود "
۲۴۔ حیاتِ سعید "
۲۵۔ تحریک پاکستان کے سات ستارے (مطبوعہ نوری بکڈپو لاہور)

وصال

آپ نے ۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء مطابق ۳ صفر المظفر ۱۴۰۷ھ بروز بدھ بوقت ایک بجے دوپہر ڈیرہ نواب صاحب میں وصال فرمایا اور خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب میں آخری آرام گاہ میں منتقل ہوئے۔

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں

صاحبزادگان کے اسماء یہ ہیں

۱۔ حکیم محمد افتخار حسین اطہر چشتی (سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ ڈیرہ لوالعاجب)

۲۔ حکیم محمد امتیاز حسین چشتی

۳۔ حکیم محمد ممتاز حسین چشتی

مادہ تاریخ

از حضرت پیر و مرشد شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی

"سال وفات حبیب القلوب حکیم محمد حسین بدر چشتی"

۱۹۸۶ء

مادہ تاریخ

از حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری کھاریاں

"رہِ بخشش"

۱۴۰۷ھ

قطعۂ تاریخ وفات

از سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

"آہ شمس نظامی" ۱۴۰۷ھ

محقق مؤرخ طبیب و ادیب ۔۔۔ چلے اس جہاں سے وہ دیں کے نقیب

ہمہ وقت وہ محوِ خدمت رہے ۔۔۔ تھے یکساں نظر میں امیر و غریب

رہے اہلِ حق کے سدا ہم نوا ۔۔۔ ہمیشہ حقیقت کے تھے وہ قریب

شریعت پہ دائم رہے کاربند ۔۔۔ طریقت کے تھے وہ موقّر خطیب

میسر انہیں نسبتِ چشت تھی ۔۔۔ نظامی خلافت انہیں تھی نصیب

تھیں ازبر انہیں یادیں تاریخ کی ۔۔۔ ذہانت رہی ان کی ہر دم حبیب

ندا غیب سے آئی مہجور مجھ کو

ہے "آہ مظہر نور" سالِ طبیب

۱۴۰۷ھ

حکیم محمد حسین بدر چشتی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

کی وفاتِ حسرت آیات پر ملک کے دانشوروں کا مرحوم کو خراجِ عقیدت

جنابِ حکیم محمد حسین بدرؔ چشتی کے انتقالِ پُر ملال کی خلافِ توقع روح فرسا خبر سے ناقابلِ فراموش صدمہ ہوا۔ اُن کا ہم سے اس وقت ہمیشہ کے لیے جُدا ہو جانا ہمارا ذاتی ہی نقصان نہیں ہے بلکہ ہمارا ملک ایک عظیم محبِ وطن عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا۔ آپ ہمارے ملک و قوم کے نادر روزگار شخصیت تھے اور اس وقت ملک و قوم کو اُن کی اشد ضرورت تھی ان کے دل میں پاکستان کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مرحوم کی تصنیف "منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے" ایسی ناقابلِ فراموش اور نادر روزگار یادگار ہے کہ صرف شہیدانِ پاکستان کی روحیں ہمیشہ خراجِ تحسین ادا کرتی رہیں گی بلکہ پاکستان کی آنے والی نسلیں بھی ہمیشہ اُن کو ایک محسنِ پاکستان کے نام سے یاد رکھیں گی۔

محمد ایوب خاں قادری — سرگودھا

حکیم صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کریں۔ روزانہ کی دعا میں اُن کے لیے ایصالِ ثواب میرا معمول ہے۔ وہ ایک قیمتی دوست تھے اور دردِ دل رکھنے والے پاکستانی اور صوفی باصفا — اب کہاں ایسے لوگ۔

محمد موسیٰ عفی عنہ امرتسری — لاہور

حکیم صاحب اہلسنت کے علمی حلقوں میں اپنی شاندار خدمات کی وجہ سے معروف تھے انہوں نے مسلک کے لیے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اور وہ اس سلسلہ میں دن رات کام کرتے

تھے۔ ان کی گراں قدر تصانیف علماء اہلسنت و جماعت کی مجالس میں نہایت قدر کی نگاہ میں دیکھی جاتی تھیں۔ برصغیر کے بر خود غلط مؤرخین نے علماء عصر کی خدمات کو پسِ پشت ڈال کر تاریخ کو مسخ کرنے میں جو مکروہ کام کیا تھا۔ اس پر حکیم صاحب قبلہ نے زبردست تعاقب کیا تھا۔ اور وہ اس میدان میں ہمیشہ رواں دواں رہے۔ لاہور کے تمام اہلِ علم نے ان کی وفات پر اظہارِ ملال و تاسف کیا ہے مگر مجھے خاص طور پر ان کی رحلت سے صدمہ ہوا۔

اقبال احمد فاروقی — لاہور

جناب حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن بلند پایہ ہستیوں میں سے ایک تھے جنھوں نے دینِ حق کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا وہ ایک انتہائی بے باک، مردِ مجاہد اور حوصلہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ پسند، تقویٰ شعار اور علمی انسان تھے انہوں نے اپنی پوری زندگی سنت کی بقا اور فروغ کے لیے وقف کر دی تھی۔ وہ بہت بڑے عظیم انسان تھے۔

سید ریاست علی قادری — کراچی

والد کا سایہ سر سے اٹھنا بہت بڑا حادثہ ہے۔ فلکِ پیر کی ستم رانیوں اور اہلِ دنیا کی بے توجہیوں سے والدین ہی کا ظلِ عاطفت بچاتا ہے۔ والد کا سائبان تیز دھوپ بارش اور آندھیوں کی راہ میں رکاوٹ بناہ بنتا ہے اور آپ کے والد تو بہت بڑے آدمی، بہت اچھے ادیب اور صاحبِ حال بزرگ تھے۔ ان کی وفات بہت بڑا حادثہ ہے۔

راجا رشید محمود — لاہور

حکیم صاحب اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا درد رکھتے تھے۔ انہوں نے بڑے اعلیٰ کام کیے احقر نے ان کے کتب خانے کی زیارت کی ہے جو نوادرات سے معمور ہیں اور ان کے علمی ذوق و شوق کو بچشم خود دیکھا ہے۔ اُن کا اٹھ جانا ایک عظیم سانحہ ہے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حقیقت یہ ہے کہ حکیم صاحب کی شفقت اور مہربانی کے اثرات دل پر تاحیات قائم رہیں گے۔ ان کی علمی و دینی کاوشوں کو میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ فراموش نہیں کی

جا سکتیں۔ انہوں نے تحریک و تخلیق پاکستان کے سلسلہ میں جو علمی منصوبے تیار کئے تھے اور جن پر کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اُن کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر سید معین الحق کراچی

حضرت حکیم صاحب موصوف ایک فاضل، عارف اور ہمدرد دوست تھے ان سے علمی رشتہ دیر سے قائم ہے۔ اس مادی دور میں ہر کوئی اپنے اغراض کے لیے مصروف عمل ہے۔ مگر موصوف دوسروں کے لیے جیئے۔ تحریک پاکستان کے ممتاز اور محرک رکن تھے۔ مگر اُن کا امتیاز یہ تھا کہ آج اس دور میں مدارس، کلیات اور جامعات میں مروجہ غلط تعلیمی نصاب کے خلاف ہمیشہ آوازِ حق بلند کرتے رہے۔ ان کی تصانیف اور مکاتیب شاہد ہیں۔ اس دور میں ان کا وجود مینارہ نور تھا۔

فقیر محمد جلال الدین قادری۔ کھاریاں

حضرت حکیم محمد حسین بدر چشتی صاحب ایک ممتاز محقق، مؤرخ اور انشاء پرداز تھے۔ اور سب سے بڑھ کر اہلسنت کے محسن تھے۔ صحیح العقیدہ اور پکے سچے سلمان تھے۔ مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی خدمت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

محمد مرید احمد چشتی پنڈدادن خاں ضلع جہلم

حکیم صاحب کی شخصیت علمی و ادبی، طبی حلقوں میں اور خصوصاً اہلسنت و جماعت کے لیے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ مسلک اہل سنّت کے لیے ان کا خلوص اور درد و سوز قابلِ قدر تھا۔ حکیم صاحب کی باغ و بہار شخصیت بھلائی نہیں جا سکتی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

حضرت قبلہ بدر صاحب نہایت نیکو کار، پرہیزگار اور متقی بزرگ تھے۔ ان کی شخصیت مسلم قوم کے لیے باعثِ افتخار تھی۔ اور سلسلہ چشتیہ عالیہ کیلئے باعثِ عزو وقار تھی۔ مرحوم نے تمام عمر سلسلہ چشتیہ کے لیے بے پناہ کام کیا۔ اور اب تک کر رہے تھے۔

محمد دین کلیم۔ لاہور